ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور
جون 2024ء - ذیلقعد، ذوالحجہ 1445ھ

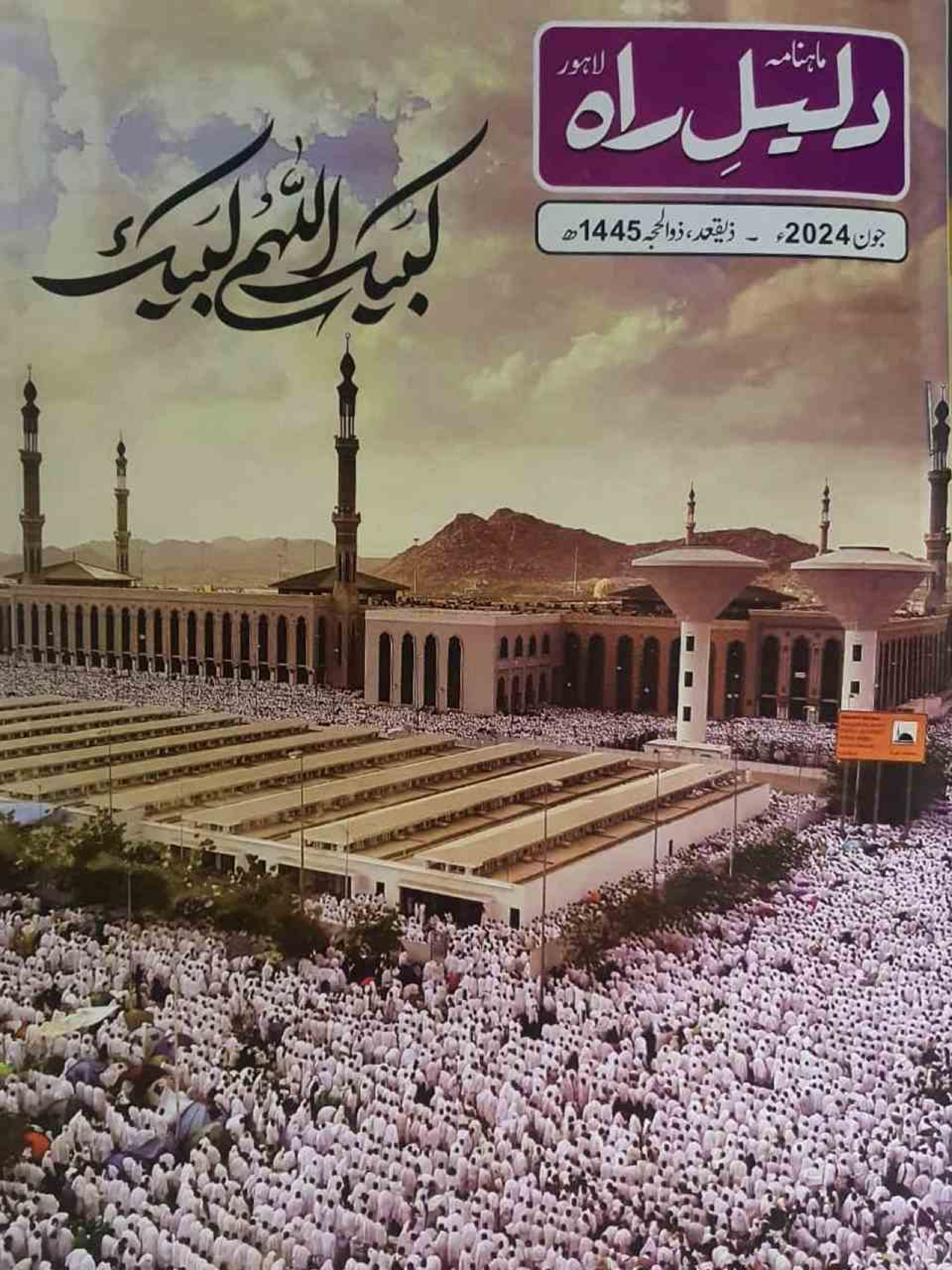

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 06 | جون 2024ء | جلد 32

مدیرِ اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

مشیرِ ادارت

ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز

- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین

- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ

30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ

500 روپے

جاز کیش، ایزی پیسہ

0323-8400651

بیرون ملک سالانہ

200 ڈالر، 100 پونڈز

ہرچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف و منقبت	پیر سید خضر حسین چشتی مرحوم	4
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	5
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	11
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد خان	14
5	عیدالضحٰی کے فضائل و احکام	محمد امین شرقپوری	18
6	حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	19
7	حضور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجۃ الوداع	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	23
8	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی پاکیزگی	محمد بن علوی المالکی الحسینی	31
9	مسجد اسلامی معاشرے کا ثقافتی مرکز	ملک محبوب الرسول قادری	32
10	ہدیۂ حروف	سید ریاض حسین شاہ	35
11	خود آگہی و خدا شناسی	آصف بلال آصف	36
12	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	38
13	آبِ زم زم شریف	صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی	39
14	حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی قدس سرہ العزیز	مدثر جمال	40
15	تطہیر قلب	ماسٹر احسان الٰہی	41

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

حُسنِ دو عالَم کی پیشانی کا جُھومر آپ ہیں

آپ ہیں نُورِ خُدا، محبوبِ دَاوَر آپ ہیں
تاجدارِ دو جہاں ، نبیوں کے سرور آ پ ہیں

ماہِ تاباں آپ ہیں ، مہرِ منَور آپ ہیں
جانِ عالَم آپ ہیں ، ساقیٔ کوثر آپ ہیں

ہر زباں کہتی ہے ثانی آپ کا کوئی نہیں
ہر نبی کے لب پہ انعرہ ہے کہ مِہتَر آپ ہیں

آج تک جس کا کنارہ آ نکھ نے دیکھا نہیں
رحمتِ ربِّ جہاں کا وہ سمندر آ پ ہیں

اِک اشارے سے قمر کو جس نے ٹکڑے کر دیا
وَالقَمَر کی شان والے وہ پیمبر آ پ ہیں

حُسن دو عالَم نے پایا آپ ہی کے حُسن سے
حُسنِ دو عالَم کی پیشانی کا جُھومر آپ ہیں

ریزہ ریزہ خوفِ عصیاں کر گیا ہوتا مجھے
جانتا ہوتا نہ گر سلطانِ محشر آ پ ہیں

بندہ پرور خضر کو بھی بھیک ہو جائے عطا
مرکزِ جودو کرم ، رحمت کا محور آپ ہیں

ذوالنورین رضی اللہ عنہ

چار سو ہے غلغلہ ذیشان ذوالنورین کا
حکمتوں سے پر ہے ہر فرمان ذوالنورین کا

آسمانوں پر فرشتے اور زمیں پر نیک لوگ
ذکر کرتے ہیں سخی عثمان ذوالنورین کا

بن گیا وہ بادشہ اور ہو گیا ہے وہ غنی
جس بھکاری کو ملا جب دان ذوالنورین کا

دولتِ عثمان سے ، اسلام کو قوت ملی
اہلِ دیں پر ہے بڑا احسان ذوالنورین کا

آ نکھ والے دیکھتے ہیں آ ج بھی ہے پُر بہار
ارضِ مذہب پر کِھلا بُستان ذوالنورین کا

خونِ عثماں آیتِ قرآن کا غازہ بنا
کس قدر رُتبہ ہے عالیشان ذوالنورین کا

چاہتا ہے تو اگر کہ مصطفےٰ ﷺ راضی رہیں
صدقِ دل سے تھام لے دامان ذوالنورین کا

حیدر و صدیق اور فاروق ہیں عثمان کے
مصطفےٰ ، حسنین اور رحمان ذوالنورین کا

یا رسول اللہ ﷺ خضر پر ہو عنایت کی نظر
نعت خواں تیرا ہے ، مدحت خوان ذوالنورین کا

پیر سید خضر حسین چشتی مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پاک دھرتی پر رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت وجماعت سے اعتقادی، نظریاتی، روحانی اور تحریکی وابستگی رکھتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق ان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ مصطفی کریم ﷺ کی ناموس وعزت پر مرمٹنا ان کا مقصد زندگی ہے۔ اپنے جواں حوصلوں، پاکیزہ جذبات‘ نیک ارادوں اور خوش خوئیوں سے انہوں نے ہر دور کو عزت بخشی ہے۔ قوم وملت نے جب بھی قربانیوں کے لیے ان کی طرف دست طلب بڑھایا ہے یہ پیچھے نہیں رہے۔ اُمت کا کوئی تقدیر ساز کارواں ایسا نہیں جس میں مستانہ وار یہ لوگ شامل نہ ہوئے ہوں۔۔۔۔ انہوں نے ہمیشہ قوم کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔ ملی مفاد کو ذاتی مفاد سے مقدم جانا۔۔۔۔ اجتماعی ارتقاء کے لیے انفرادی خوشحالی کو مؤخر سمجھا۔۔۔۔ ان کی خانقاہیں محبت بانٹتی رہیں۔۔۔۔ ان کے محراب پیار تقسیم کرتے رہے ۔۔۔۔ ان کے زاویوں سے خدا پرستیوں کی روشنی طلوع ہوتی رہی۔۔۔۔ ان کے مدرسوں سے سچ وصدق کی کرنیں پھوٹتی رہیں۔۔۔۔ ان کے صوفیاء قوم کو جڑنے کا درس دیتے رہے۔۔۔۔ ان کے علماء تعمیر ملت کی نئے نوازیاں کرتے رہے ان کے بچوں کے منہ میں عشق رسول ﷺ کے نعرے رہے۔۔۔۔ ان کے نوجوانوں کے سینے حب رسول ﷺ سے گرم رہے۔۔۔۔ ان کی بچیاں عفت وعصمت کی خوشبوئیں سمیٹتی رہیں۔۔۔۔ ان کی دوشیزائیں ہمہ وقت ”یا نبی اللہ“ کی صداؤں سے ایمان وعشق کو گرماتی رہیں۔۔۔۔ ان کا ورثہ سوز وساز، ان کی دولت درد وآہ، ان کی سوچیں حب وحق، ان کے عمل دین و صبر، ان کے جذبے صبر واحسان، ان کا مقصد تسلیم ورضا۔۔۔۔

یہ دوست رہے۔۔۔۔ ہر اس فرد کے۔۔۔۔ ہر اس تنظیم کے۔۔۔۔ ہر اس انجمن کے اور ہر اس محفل کے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبوئیں پائیں اور یہ دشمن رہے دشمن بنے، دشمنی رکھی ہر اس فرد سے۔۔۔۔ ہر اس تنظیم سے۔۔۔۔ ہر اس انجمن سے اور ہر اس محفل سے جس میں ان کے محبوب واکمل قائد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی ہوئی۔

جون 2024ء

''الوہیت'' کا عرفان انہوں نے دیا۔۔۔۔رسالت کی تقدیس میں نعتیں انہوں نے لکھیں۔۔۔۔''اصحاب'' رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عصمت کو محفوظ بنانے کی کوششیں انہوں نے کیں۔۔۔۔اہل بیت کی محبت میں جذب و محفوظ بنانے کی کوششیں انہوں نے کیں۔۔۔۔ اہل بیت کی محبت میں جذب وجنون کی گل پاشیاں ان کے دم قدم سے ہوئیں۔۔۔۔''اولیا'' کے مقام ومرتبہ کا سراغ لگانے میں مدد کا ہاتھ انہوں نے بڑھایا۔۔۔۔''قرآن'' کے نظام حیات ہونے کی بات ان کی زبانوں سے نکلی۔۔۔۔''ختم نبوت'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاج میں فہم وفراست کے نگینے انہوں نے جڑے۔۔۔۔''اعتدال وسنت'' کا نغمہ انہوں نے چھیڑا۔۔۔۔''تشکیک واضطراب'' کی برفانی سلوں کو یقین محکم کی گرمی سے انہوں نے پگھلایا۔۔۔۔یہ ہر دور میں معیار معرفت رہے۔۔۔۔یہ ہر زمانے میں میزان حقیقت رہے ۔۔۔۔بے ترتیب رہے ۔۔۔۔سادہ رہے۔۔۔۔مکاری وعیاری ان سے پرہیز کرتی رہی لیکن پھر بھی یہ خودی سے رہے، بخدا با خدا رہے اور سچائیوں اور صداقتوں کے امین رہے۔۔۔۔مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔۔۔۔زمانہ خود گواہ ہے کہ یہ رہے، ہمیشہ رہے اور رہنے کے لیے رہے، جوان کے ساتھ نہ رہا نہ رہا، جوان کے ساتھ رہا وہ رہا، رہنے کے لیے رہا۔ اللہ رکھے یہ بہت اونچے رہے۔۔۔۔''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کا سایہ ہمیشہ انہیں اپنی کرم گستریوں سے نوازتا رہا اور اللہ نے چاہا تو ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ'' کا سہرا انہیں ہمیشہ نوازتا رہے گا لیکن موجودہ صورت حال میں تاریخ اہل سنت کو دیکھ کر تشکیک اور اضطراب کا شکار ہو رہی ہے۔۔۔۔تعداد میں اب بھی یہ کم نہیں ''اعتقاد'' میں بھی خوش نظری کا سایہ انہیں اپنی ٹھنڈک پہنچا رہا ہے لیکن ''اکثریت'' ہونے کے باوجود ان کی صفوں میں اتحاد نہیں۔۔۔۔ان کے دلوں میں نیک جذبوں کی بجائے وسواس، سوءظنی، خود پرستی، خوش فہمی پل رہی ہے۔۔۔۔ان کے دماغوں میں احساس سن ہو رہے ہیں۔۔۔۔ان کے اعمال میں سنت کے نور کے برعکس خرافات کی گھمبیر سیاہیاں پھیل رہی ہیں۔۔۔۔ان کے بزرگوں کی مسندوں پر بیٹھنے والے صاحبزادگان الا ماشاء اللہ دولت گیری کے مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کے محرابوں میں الا ماشاء اللہ شعر افگنیوں اور گپ آزمائیوں کے مظاہرے ہوتے ہیں۔۔۔۔ ان کے قائدین لقب بازیوں، خطاب آرائیوں اور خوشامد پسندیوں کے نرغے میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔۔۔۔ان کے خواص چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر بہت بہت مرتبہ بک جاتے ہیں۔۔۔۔ان کے عوام اپنی روشنی سے زیادہ دوسروں کی تاریکی کے گرویدہ نظر آتے ہیں۔۔۔۔ان کے مدرسے ''درس نظامی'' کی میراث کھوئے جا رہے ہیں۔۔۔۔ان کے سیاست دان دین داروں کی بجائے دنیاداروں کو سلامی دیتے ہیں ۔۔۔۔ان کے دنیادار مادے کا طواف کرتے ہیں ۔۔۔۔ان کے فقراء بادشاہوں کی دہلیز پر بوسہ زنیوں کو مقدس جانتے ہیں۔۔۔۔ان کے متصوفین ''دام فریب'' میں الجھانے کے حیلے ڈھونڈتے ہیں۔۔۔۔نیکی مٹتی جا رہی ہے اور فسق وفجور کے طوفان گرداب اٹھا رہے ہیں۔

یاد رکھیے!

ان سب باتوں کا ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ یہ جماعت صالحین، شہداءُ علی الناس، ابرار اور پاک باز لوگوں سے خالی ہو چکی ہے۔ قدسی صفت لوگ موجود ہیں لیکن وہ گوشہ گیر ہو رہے ہیں اور کمینہ خصلت لوگ ٹوٹے چراغوں کو آفتاب و ماہتاب

کہنے پر تلے ہیں۔قوموں کی زندگی میں وہ وقت نہایت نازک ہوتا ہے جب وہ ماتھے کی کالک کو جھومر سے تعبیر کرنے لگ جائیں،پستی کو بلندی کہیں اور نشیب کو فراز گردانیں۔دعوے وہی ہیں تدبیریں الٹی کیوں ہو رہی ہیں۔مفہوم بدلے جا رہے ہیں،تدبیریں داغ دار کیوں ہو رہی ہیں؟۔۔۔۔۔منصوبے ناکام کیوں ہو رہے ہیں؟۔۔۔۔۔بساطیں سمٹ کیوں رہی ہیں؟۔۔۔۔۔مسجدیں اجڑ کیوں رہی ہیں اور بازار ہنگامہ زن کیوں ہو رہے ہیں؟ جب وجہ معلوم کرنے کے لیے درڑتے ہیں،بڑھتے ہیں،سوچتے ہیں تو بجائے بننے کے اور بگڑتے ہیں۔۔۔۔۔بجائے سلجھنے کے اور الجھتے ہیں۔۔۔۔۔بجائے سنوارنے کے اور خراب ہوتے ہیں۔۔۔۔۔جاتے اتحاد کو ہیں کرتے افتراق ہیں۔۔۔۔۔بات ایک ہونے کی کرتے ہیں اور عمل انتشار وتخریب کے بجالاتے ہیں۔۔۔۔۔قائد عوام کو کوستے ہیں اور عوام قائدین کو گالیاں دیتے ہیں۔۔۔۔۔کوئی کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔۔۔۔۔کسی کو کسی پر یقین نہیں آتا۔۔۔۔۔ایک دوسرے کو مغرب کا ایجنٹ سمجھتا ہے اور دوسرا پہلے کو سرخوں کا کف گیر قرار دیتا ہے۔

کون اچھا اور کون برا؟ کون نیک اور کون بد؟ کون سلجھا اور کون الجھا ہوا؟ کہاں نیکی اور کہاں بدی؟ کدھر بادنسیم کے جھونکے اور کدھر طوفان صرصر کے حملے۔۔۔۔۔نہ پارسائی کا بھرم۔۔۔۔۔نہ خراباتی ہونے کی ہٹ۔۔۔۔۔نہ عالم ہونے کی جسارت۔۔۔۔۔نہ جاہل ہونے کی سادگی۔۔۔۔۔نہ بڑا ہونے کا علم۔۔۔۔۔نہ چھوٹا ہونے اعتراف۔۔۔۔۔نہ جستجوؤں کی معصومیت۔۔۔۔۔نہ جمود کی بے خبری۔۔۔۔۔نہ حرکتوں کا جنون۔۔۔۔۔نہ مایوسیوں کا سکوت۔۔۔۔۔نہ بولنے کا امتحان۔۔۔۔۔نہ سننے کی برداشت۔۔۔۔۔

''اہل سنت'' کی جمالیاتی قدروں کے متوالے جسور بھائیو! غیور ساتھیو!

قیامت سے پہلے ہی قیامت بپا ہوگئی۔۔۔۔۔!!!

برزخ سے پہلے ہی برزخ رونما ہوگئی۔۔۔۔۔!!!

احتساب سے پہلے ہی احتساب آ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔!!!

موت سے پہلے ہی موت چیخ پڑی۔۔۔۔۔!!!

جن ہچکیوں کی صعوبت میں تم مبتلا ہو''سکرات'' کی تکلیفیں ان کے سامنے ہیچ ہیں۔۔۔۔۔ماحول تم سے پوچھتا ہے؟۔۔۔۔۔فرشتے تم سے سوال کرتے ہیں؟۔۔۔۔۔حالات تمہارا ضمیر جھنجھوڑتے ہیں۔

من ربک

مادینک

ماکنت تقول فی حق ھذاالرجل

تمہارا ربّ کون ہے۔۔۔۔۔؟

تمہارا دین کون سا ہے۔۔۔۔۔؟

جمال بے عدیل رکھنے والے اس شخص کو پہچانا۔۔۔۔۔؟

کون ہے۔۔۔۔۔؟

کس کے لیے ہے۔۔۔۔۔؟

کیسا ہے۔۔۔۔۔؟اور

کیا رکھتا ہے۔۔۔۔۔؟

تمہارے حالات کی زلزلہ سامانیوں میں بس یہ ذات وجہ سکون ہے

تم اپنے مسائل کا حل پوچھتے ہو؟

دماغ سے

دل سے

مرضی سے

نفس سے

روح سے

دوست سے

احباب سے

حاکم سے

محکوم سے

قانون سے

قانون گر سے

گر سے گُر سے

لیکن سچ یہ ہے کہ تمہاری الجھنوں میں سلجھن، تمہاری بے چینیوں میں چین، بس یہی ذات ہے جو والہ آں ذات ہے۔ اس میں امن ہے اور ہر راحت ہے، صرف مسائل بتا دینا ہی دانائی نہیں بلکہ دانشمندی حل پیش کرنا ہے اور ہمارے مبینہ مسائل کا کتنا خوبصورت تعین اور ان سے نکلنے کا کتنا عمدہ فارمولا ہماری رغبتوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

ملاحظہ کیجیے!

آفتاب روحانیت زندگی کے افق سے ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ وحی کے نور سے پھوٹنے والی کرنیں آغوش زمین کو بقعۂ نور بنائے ہوئے تھیں۔ کروٹیں بدلتے لیل ونہار ہدایت کے اجالوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر سمت اور ہر آن، ہر جہت اور ہر دقیقہ ہر طرف اور ہر ساعت سچائیوں کے شبنمی ماحول میں نہائی ہوئی تھیں۔ خدا اور بندے کے درمیان فاصلے زیادہ

نہ تھے، مکاں اور لامکاں، زماں اور لازماں، خالق اور مخلوق، مراد اور مرید، باعث اور مبعوث، عابد اور معبود کے درمیان صرف دو کمان کا فاصلہ تھا۔ جھوٹ کم تھے اور سچائیاں زیادہ، فریب تھوڑے حقیقتیں وافر، گناہ سسکتے تھے اور نیکیاں جھومتی تھیں، خطائیں نادم تھیں اور اطاعتیں مسکراتی تھیں، لغزشیں تڑپتی تھیں اور اتباعیں خندہ زن تھیں ایسے میں ایک روز کاشانۂ رسول ﷺ سے ایک شعلۂ نور بھبھکا جس کی چاندی سے ارض وسما جگمگانے لگ گئے۔ رسول حسن ﷺ محفل میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کی باتیں پھولوں کی پتیاں بن کر طالبان صدق وصفا کی آغوش میں گرنے لگیں اور تاریخ پروانہ وار جذب وجنون سے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کا مقدس فریضہ سرانجام دینے لگی۔

آج مصطفی کریم ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

''مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ فکر یہ ہے کہ یہ دنیا تم پر پھیل جائے گی''۔

ملت اسلامیہ کے تشکیل وارتقاء ترویج واستعلا کی وہ روحانی اساس جس پر قائم رہ کر وہ تاریخ کے صفحوں پر عروج وبقا کی داستانیں رقم کر سکتے ہیں وہ مادہ گریزی ہے، تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ہے، قناعت پسندی ہے اور خودی کی حفاظت میں مشکل پسندی کی عادت کا اپنانا ہے۔

زمانہ عدل کے ساتھ اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ مادیت قوموں کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے ۔۔۔۔۔ ہمدردی اور مواخات کا جنازہ نکال دیتی ہے۔۔۔۔۔ بے یقینی کی فضا پیدا کرتی ہے ۔۔۔۔۔ بزدلانہ خو جنم دینے کا سبب ہوتی ہے۔۔۔۔۔ موت سے فراری کر دیتی ہے اور فسق وفجور میں ڈوبی ہوئی زندگی مکروہ وغلام بنا دیتی ہے۔

اہل سنت کی خوش نسبتی کے نور میں نہانے والو!

جب تک تمہاری صفوں میں جاہ پرست سینہ تانے کھڑے ہیں۔۔۔۔۔

جب تک تمہاری جماعت میں شہرت خواہ ہنگامۂ محشر نظر اٹھا رہے ہیں۔۔۔۔۔

جب تک تمہارے ''احزاب وجنود'' میں مادہ ودولت قبلۂ مقصود بنے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔

تم اتحاد کی لڑی میں موتی بن کر سج جانے کے قابل نہیں

اللہ اکبر

توڑ دو بت خود پرستیوں کے

اللہ اکبر

توڑ دو صنم خود فریبیوں کے

اللہ اکبر

نکل آؤ ابلیسی حصار سے

بڑے چھوٹوں سے سبق سیکھیں۔۔۔۔۔ ان کا درد سینے میں سجائیں۔۔۔۔۔ ان کے جذبے چرانے کی سعی

کریں۔کم ازکم ان بے چاروں کی چیخیں ہی سن لیں۔۔۔۔۔ان کی فریادوں پر ہی کان دھرلیں۔۔۔۔۔وہ وقت آنے سے پہلے کہ بڑی بڑی قبائیں پھٹ جائیں۔۔۔۔۔شملوں کے بانکپن تار تار ہو جائیں۔۔۔۔۔نزاکتوں کے بخیے ادھڑ جائیں۔۔۔۔۔چاہنے والوں کے منہ گالی گلوچ سے بھر جائیں۔۔۔۔۔دعائیں دینے والے ہونٹ بد دعاؤں کا دھواں بانٹیں۔۔۔۔۔بوسہ زنی کرنے والے وجودوں کی بوٹیاں نوچیں۔۔۔۔۔زیارتوں کا شوق رکھنے والے نفرتوں سے آنکھیں موندلیں۔۔۔۔۔بچھانے والے کانٹے اگانے کا اہتمام کریں۔۔۔۔۔

آسمان کی باتیں کرنے والے بھائیو!

زمین تمہارے پاؤں سے نکل رہی ہے۔

پٹاخ گرنے سے پہلے کچھ سوچ لو!!!

کچھ کرلو۔۔۔۔!!!

عقل خودفریب کے دام فریب رنگ میں الجھنے والے دوستو!!!

تم جانتے ہووہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

کچھ تم بھی سوچ لو!!!

کچھ تم بھی کرلو!!

عمر پائیدار کی لطیف تاروں پر دولت سازی کی گرہ گری کا شوق رکھنے والے نیک دل ساتھیو!!!

یہ جان لیوا مشغلہ ہے۔۔۔۔۔ہوسکے تو کچھ سوچ لو!!!

بن پڑے تو کچھ کرلو!!!

تاریخ برف کی طرح پگھلتی جارہی ہے اورتم آنکھیں موندے بیٹھے ہو،فقیر درگیر ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔۔۔۔۔بقاتو کچھ کرنے ہی میں ہے اور کچھ سوچنے ہی میں ہے۔۔۔۔۔کتنی عمدہ بات لکھی قرآن نے،کتنا نفیس قول ہے اللہ ربّ العزت کا

روشنی ہی روشنی

نور ہی نور

رحمت ہی رحمت

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

پس عبرت پکڑو،بصیرت والو

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ النساء کی آیت نمبر 7 تا 11 تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ
لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ
اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ
قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا
مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ
الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ
وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا
النِّصْفُ ؕ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا
تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ
اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ
وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ
فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱

''مردوں کے لیے اس میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں حصہ معین ہے تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں سے حصہ مقرر ہے اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ موجود ہوں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ دے دو اور بھلی بات ان سے کہتے رہو اور چاہیے کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو اپنے بعد کمزور اولاد اگر چھوڑ رہے ہوں تو انہیں ان پر کیسا خوف ہو سو انہیں اللہ سے ڈر رکھنا چاہیے اور انہیں بات سیدھی دوٹوک کر دینی چاہیے، بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پہنچیں گے، اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے حصے کی مثل ہے پھر اگر لڑکیاں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ترکہ کی دو تہائی ہے اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کے لیے نصف ہے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ سے چھٹا حصہ ہے اگر میّت کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس کی کوئی اولاد موجود نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے ہاں اگر میّت کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، یہ تقسیم وصیّت جو میّت نے کی ہے اس کے پورا کرنے اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد ہے، تمہارے باپ دادوں اور تمہارے بیٹوں میں تم جانتے نہیں کہ نفع کے اعتبار سے تمہارے قریب تر کون ہے، یہ فریضہ ہے اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ خوب جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے''۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷

''مردوں کے لیے اس میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں حصہ معین ہے تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں سے حصہ مقرر ہے''۔

یہ آیۂ کریمہ قانون وراثت کی بنیاد ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ مردوں کے ارث اور ترکہ میں حصے مقرر ہیں۔ ''نَصِیْبٌ'' اصل میں اس پتھر کو کہتے ہیں جو کسی مخصوص مقام پر گاڑ دیا جاتا ہے، چونکہ اموال کی تقسیم کے بعد حصوں پر نشانی لگا دی جاتی ہے اس لیے اسے ''نَصِیْبٌ'' سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ والدین اور اقربا جو چھوڑیں اس میں مردوں اور عورتوں سب کے حصص ہیں، کسی شخص کو محروم نہیں کیا جائے گا۔ اصل میں عصر جاہلیت میں یہ فلسفہ پیش کیا جاتا تھا کہ بچے چونکہ دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور دفاع میں بھی انہیں روبہ کار نہیں کیا جا سکتا اس لیے وراثت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا مگر قرآن حکیم معاشی صلاحیت اور دفاعی اہلیت کی بنیاد پر ارث میں حصہ مقرر نہیں کرتا بلکہ انسانی مقام کے لحاظ سے انہیں وقعت دیتا ہے۔

آیت مسلمانوں کا معاشی رویہ متعین کرتی ہے کہ وہ دولت پر سانپ بن کر نہیں بیٹھ جاتے وہ تقسیم دولت کے فوائد اور ثمرات سے آگاہ ہوتے ہیں، اس لیے مال متروکہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اس کی تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے اسلام تو اسی بات کی تحریص دیتا ہے۔

آیۂ بیّنہ نے وراثت کی تقسیم کے لیے قواعد مقرر کرتے ہوئے عرب جاہلیت کی رسوم کو مٹا دیا۔ وہ کئی رشتہ داروں کو نوازنے اور کئی قرابت داروں کو محروم کرنے کے عادی تھے۔ اسلام نے غیر انسانی رسم ورواج اور قانونی بندھنوں کو یکسر مٹا دیا اور عدل وفطرت کے تقاضوں کے مطابق انسانیت

نوازی فرمائی۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٨﴾

”اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ موجود ہوں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ دے دو اور بھلی بات ان سے کہتے رہو“۔

آیت میں خطاب میّت کے ولی اور ورثاء سے ہے کہ میراث کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار، غرباء، مساکین اور یتیم بچے موجود ہوں اور وراثت میں وہ حصہ دار نہ ہوں، قاسم ورثہ کو شفقت کے ساتھ انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے اور بدسلوکی اور دل شکنی کی باتیں کرنے سے مکمل اجتناب برتنا چاہیے اور محرومیت کے احساسات کے اندفاع کی کوشش کرنی چاہیے اور معاشی انحرافات سے کینہ توزیوں اور عداوتوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔

آیت میں زور اس بات پر ہے کہ یتیم اور مسکین جہاں بھی ہوں خواہ وہ خود ورثہ کے مال کا استحقاق رکھتے ہوں یا اتفاقاً وہاں تقسیم کے وقت موجود ہوں ان سے اچھے انداز میں بات کرنا ان کا ترتیبی حق ہے جس سے وہ محروم نہیں ہونے چاہییں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس استحبابی قول کے باقی ہونے کے قائل ہیں۔

حضرت زہری اس قول اور آیت کو محکم مانتے تھے، اس کی منسوخی کے قائل نہیں تھے(23)۔

ایک قول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس فعل کو مرنے والے کی وصیت سے جوڑتے تھے۔

بعض دوسرے حضرات نے ”یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ“ سے اس حکم کو منسوخ مانا ہے۔

ائمہ اربعہ اسی قول پر عمل پیرا ہونے کا فتویٰ دیتے تھے(24)۔

ابن کثیر نے ابن جریر کا ایک قول نقل کیا ہے(25):

”مال وصیت کی تقسیم کے وقت جب میت کے رشتہ دار آجائیں تو انہیں مال دے دو اور یتیم اور مسکین جو اس وقت حاضر ہوں تو ان سے نرم کلامی اور اچھے جواب سے پیش آؤ“۔

واللہ اعلم

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٩﴾

”اور چاہیے کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو اپنے بعد کمزور اولاد اگر چھوڑ رہے ہوں تو انہیں ان پر کیسا خوف ہو سو انہیں اللہ سے ڈر رکھنا چاہیے اور انہیں بات سیدھی دو ٹوک کردینی چاہیے“۔

آیۂ کریمہ میں قرآن مجید نے لوگوں کو نفسیاتی حقیقت کے آئینہ میں آشکار کر کے یہ بات سمجھائی کہ یتیموں کے ساتھ کبھی بھی زیادتی نہیں کرنی چاہیے، لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ان کے بچے ان کے پیچھے یتیم رہ جائیں تو وہ کیا توقع رکھیں گے کہ ان سے کیسا سلوک رکھا جائے۔ اگر لوگ اپنے یتیموں کے بارے میں اچھے سلوک کی امید رکھتے ہوں تو انہیں دوسرے لوگوں کے یتیموں کے ساتھ بھی حسن سلوک برتنا چاہیے۔ ضمنی طور پر یہ حقیقت بھی قاریٔ قرآن کو سمجھا دی گئی کہ اموال جیسے ورثے میں منتقل ہوتے ہیں ایسے ہی عادتیں، رویے، سوچیں اور وتیرے بھی دھیرے دھیرے آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ آج اگر کوئی کسی کی اولاد کے ساتھ ظلم، ترش روئی اور کھردرے اخلاق کا رویہ رکھے گا تو یہ ظلمت بھری رسم ورثہ میں آگے چلے گی اور آج جو تم یتیموں سے بدسلوکی کرو گے کل تمہاری اولاد کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا جائے گا۔ عورتوں اور یتیم بچوں کی دلداری کے لیے قرآن مجید نے بار بار کہا کہ ان سے ”قول معروف“ کے ساتھ گفتگو کی جائے اور انہیں قول سدید کے ساتھ نوازا جائے۔ عنایتیں اور عطیے صرف اموال میں نہیں ہوتے، لہجوں، افکار اور گفتگو میں بھی ہوتے ہیں۔ گندی بات کے ساتھ کسی کو لاکھوں سے نواز دینا ثواب کو صحرا کے ریتلے ذرات میں تبدیل کر دیتا ہے اور اچھی بات اور خوشگوار لہجے میں دمڑیاں بھی لاکھوں اشرفیوں کی نوازش سے آگے نکل جاتی ہیں۔ میٹھے لہجے اور شفقتیں وہ ورثہ ہے جو دلوں کے زخم بھر دیتا ہے اور قوم سازی میں وسیلہ کا کام کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿١٠﴾

”بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پہنچیں گے“۔

آیت کی تفہیم میں ایک تو آیت کا اسلوب ہے جو تعلیم کی روحانیت کو مقناطیسیت عطا کر رہا ہے کہ پیٹوں میں آگ کھانا کس قدر خوفناک منظر کی صورت بندی کرتا ہے۔ کسی جلتے تنور کے کنارے گویا قرآن اپنے قاری کو لا کر کھڑا کر دیتا ہے اور پیٹوں کی مشابہت آتشیں تنوروں کے ساتھ قائم کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ لوگ جو یتیموں کے اموال کھاتے ہیں گویا وہ آگ کے بھڑکتے شعلے نگل رہے ہوتے ہیں۔ ”سَیَصْلَوْنَ“ میں تعبیر خوف باطنی کو انتہائی بھیانک بنا دیتی ہے۔ اس بدقسمت آدمی کا کیا حال ہوگا جس کے پیٹ میں دہکتے انگارے ہوں گے اور باہر سے اسے آگ چپک کر جلا رہی ہوگی۔

دوسرا یہ کہ آیت کی معنوی تعبیر سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

- پہلی یہ کہ اعمال کی جزا اور سزا قرار دادی نہیں بلکہ طبعی ہے یعنی ایک گناہ کا ایک طبعی نتیجہ ہوتا ہے جو ارتکاب گناہ کرنے والے کے لیے عذاب پر منتج ہوتا ہے۔ یہاں بتایا یہ جا رہا ہے کہ یتیم کا مال کھانے کا طبعی نتیجہ آگ ہے۔
- دوسری چیز یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اعمال کی قیامت کے دن تجسیم ہو اور یتیم کا مال کھانے کا عمل آگ کی صورت میں مال حرام کھانے والے کو تباہ کر دے۔ واللہ اعلم

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَ اَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ

اللہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ﴿۱۱﴾

’’اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے حصے کی مثل ہے پھر اگر لڑکیاں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ترکہ کی دو تہائی ہے اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کے لیے نصف ہے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ سے چھٹا حصہ ہے اگر میّت کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس کی کوئی اولاد موجود نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے ہاں اگر میّت کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، یہ تقسیم وصیّت جو میّت نے کی ہے اس کے پورا کرنے اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد ہے، تمہارے باپ دادوں اور تمہارے بیٹوں میں تم جانتے نہیں کہ نفع کے اعتبار سے تمہارے قریب تر کون ہے، یہ فریضہ ہے اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ خوب جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے‘‘۔

وصیت کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔ اس مادہ کے معنوی تخم میں نصیحت، حقیقت، شفقت اور ہدایت سب خوشبوئیں شامل ہوتی ہیں۔ سورۃ النساء کی تین آیات میں سمندروں کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ آیتوں کی لفظی تعبیرات میں جو فصاحت، بلاغت اور دانش مضمر ہے وہ صرف اور صرف قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کسی دوسری کتاب میں یہ گلاب گری نہیں ہے۔

اللہ ہی وصیت کرتا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کون کیا ہے؟

طاقتور کون ہے اور کمزور کون ہے؟

کس کی ضرورت کتنی ہے؟

اور کون نفع کے اعتبار سے کس سے زیادہ قریب ہے؟

چونکہ اس علم کا مصدر دوسرے علموں کی طرح اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے اس لیے وارثوں میں حصے بھی وہی مقرر کرتا ہے اور دیتا بھی وہی ہے اور دلواتا بھی وہی ہے۔ فرائض واجبات سب اسی کے مقرر کردہ ہیں، جیسے تکوین میں تقدیریں اسی کی جانب سے ہیں ایسے ہی روزیوں میں تقسیم کے ضابطے بھی اسی نے قائم کر رکھے ہیں۔ والدین اور اولادوں میں رشتہ قائم جس نے کیا ہے وہ ہی جانتا ہے کہ فوت ہونے کے بعد کس کو کیا ملنا چاہیے اور تقسیم میراث کے اصول و فروع کس طرح منضبط ہونے چاہییں، سو ہر ایک کو چاہیے کہ خلوص سے تتبع خدائی قانون ہی کی طرف کرے، اسی میں سب سے زیادہ عدل کی خوشبو موجود ہے بلکہ اللہ کے قوانین، ضابطے اور قواعد عدل ہی عدل ہیں۔

خوبصورت حکمت بھی اور حساب بھی

وراثت میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اولاد میں اگر وارث صرف بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو بیٹوں کے حصے دو دو ہوں گے اور بیٹیوں کا حصہ ایک ایک ہوگا۔

نظام عدل کی یہ فطری تقسیم غور و فکر کا تقاضا کرتی ہے۔ ایک مرد عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے۔ وہ بیوی اور اس کی ہونے والی اولاد کا نفقہ ہر صورت میں ادا کرتا ہے۔ رہ گیا معاملہ عورت کا تو وہ شادی سے پہلے بھی اور بعد میں بھی نفقات کا بوجھ مرد پر ہی پھینکتی ہے۔ اس اعتبار سے ذمہ داریاں مرد کی عورتوں کی نسبت دو چند ہیں، اس لیے اللہ کے مقرر کردہ حصوں میں توازن بھی ہے اور عدل بھی ہے۔ ذہنی منطق کا انتشار افراتفری پھیلانے کے لیے ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ اسلام کے اجتماعی اور عادلانہ نظام کو قائم کر کے انسانی معاشرت میں سکون پیدا کریں انہیں الٹی گنگا بہانے کی سعی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ کے قانون کو دل و جان سے تسلیم کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کا اگلا ضابطہ

اگر میت کی وارث دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں وراثت کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس لڑکی کا ہے۔ اس صورت کی وضاحت یہ ہے کہ میت کی اگر صرف دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں کوئی لڑکا نہ ہو تو ان کے لیے ورثہ دو تہائی ہوگا اور اگر صرف ایک لڑکی ہو لڑکا نہ ہو تو آدھا ترکہ اس لڑکی کا ہوگا بقیہ عصبات کو ملے گا۔ سوال ہے کہ اگر صرف دو ہوں تو پھر انہیں کیا ملے گا۔ حدیث کے مطابق انہیں بھی دو تہائی ہی ملے گا۔ عصبات یہ ہیں: باپ، دادا، بھائی حقیقی، باپ شریک بھائی، چچا اور پھر باپ دادا کی اولاد۔

ماں باپ کی میراث

پہلی صورت یہ ہے کہ میت کی ایک یا کئی بیٹے بیٹیاں ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس مال میں ماں کا حصہ کل مال کا ایک تہائی ہوگا۔ یہاں باپ کا حصہ واضح ہے کہ دو تہائی ہوگا۔ ہاں اگر بیوی یا شوہر موجود ہوں تو باپ کے حصے سے منہا ہوگا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صرف ماں باپ وارث ہوں اولاد نہ ہو لیکن مرنے والے کے پدری مادری یا صرف پدری بھائی موجود ہوں تو اس صورت میں ماں کا حصہ تہائی کی بجائے چھٹا ہوگا۔ بھائیوں کے حاجب بن جانے کی وجہ سے ماں کا حصہ کم ہوتا ہے۔

تم نہیں جانتے

تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے نفع کے لحاظ سے کون تم سے قریب ہے؟ یہ تم نہیں جان سکتے۔ محبتوں کے فطری رجحانات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض لوگ محبتوں میں پس رہے ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اولاد ماں باپ کی محبت سے آگے نکل جاتی ہے اور احترام کا میزانیہ فطری محبتوں کو دبا لیتا ہے۔ جب رشتے ناطے باہم دبتے ابھرتے ہوں تو وہاں فیصلے اللہ پر چھوڑ کر قانون اللہ کا مان لینا چاہیے۔ معاش بہت کمزور کر دینے والا شعبہ زندگی اور انصاف اللہ ہی کے قانون سے ممکن ہے وہی علیم ہے اور وہی حکیم ہے۔

حوالہ جات

(23) تفسیر زاد المسیر: ابن جوزی ایضاً واحدی ایضاً سیوطی ایضاً ابن کثیر

(24) تفسیر القرآن: مظہری و ابن کثیر

(25) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً تفسیر طبری

علی رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرو!!!

حافظ سخی احمد خان

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ، وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَءُوا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أَحَدُ الأَرْبَعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِي فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: «مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي

(ترمذی)

”رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ (لشکر) روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، چنانچہ وہ اس سریہ (لشکر) میں گئے، پھر ایک لونڈی کا انتخاب کر لیا۔ لوگوں نے ان پر نکیر کی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے چار آدمیوں نے مل کر یہ طے کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے جب ہم ملیں گے تو علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے اُس کی شکایت آپ ﷺ کو بتائیں گے اور مسلمان جب سفر سے لوٹتے تو پہلے رسول اللہ ﷺ سے ملتے اور آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے، پھر اپنے گھروں کو جاتے، چنانچہ جب یہ سریہ واپس لوٹ کر آیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو ان چاروں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرا کھڑا ہوا تو دوسرے نے بھی وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا، پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی وہی بات کہی، تو اس سے بھی آپ نے منہ پھیر لیا، پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی جو ان لوگوں نے کہی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرے سے ناراضگی ظاہر تھی۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ تم علی رضی اللہ عنہ سے چاہتے کیا ہو؟ تمہیں علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ کیا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کے ولی ہیں“۔

زیرِ مطالعہ فرمانِ رسول پاک ﷺ کی تفہیم کے لیے درج ذیل نکات قائم کیے جا رہے ہیں:

لوگوں کا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شکایت کے لیے ایکا کرنا اور منصوبہ بندی کرنا

رسول اللہ ﷺ کا بار بار اعراض برتنا

رُخِ رحمت اور لحنِ کرم میں جلال کی بجلیاں

علی رضی اللہ عنہ تو مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں

میرے بعد سب کا ولی علی علی علی رضی اللہ عنہ

اسی واقعہ کی ایک اور روایت

لوگوں کا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شکایت کے لیے ایکا کرنا اور منصوبہ بندی کرنا:

زیرِ مطالعہ روایت میں یہ بات وضاحت سے بیان کی گئی کہ چار لوگوں نے یہ عقد و عہد کیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شکایت کریں گے اور اس مقصد کے لیے علیہ السلام یہ منصوبہ بندی کی کہ سب باری باری شکایت کریں تا کہ یہ محسوس ہو کہ مولا مرتضیٰ علیہ السلام کے بارے میں لشکرِ اسلام میں کتنی تشویش پھیلی ہوئی ہے اور لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رویہ پر کس قدر نالاں ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اور فیصلوں پر تنقید اور معترض ہونے والے دورِ رسالت مآب ﷺ میں بھی موجود تھے اور وہ ہر وقت کوشاں بھی رہتے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے دور کیا جائے۔ اسی لیے آقا کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق اور وفا کو ایمان اور نفاق میں بنیادی فرق بیان فرمایا۔ آخر کوئی تو وجہ ہوگی کہ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ بھی ذکرِ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سے منافقوں کو پہچانتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا بار بار اعراض برتنا

شکایت پر شکایت، شکوہ پر شکوہ، اعتراض پر اعتراض اور گلہ و ناراضگی کے انبار پر انبار

مگر آقائے رحمت، محبوب ربّ العالمین ﷺ نے توجہ نہ دی، رُخ ہی اُن کی طرف نہ پھیرا، اعراض برتا

موقع دیا کہ مزاجِ رسول ﷺ کو سمجھ جاؤ، علی علیہ السلام پر تنقید بند کر دو، علی علیہ السلام کو سمجھ نہیں سکتے تو کم از کم خاموشی ہی اختیار کر لو

مگر وہ باز نہ آئے، تاریخ گواہ ہے کہ اخی رسول کو بُرا بھلا کہنے والے، اُن کو مان

کر، وعدہ و معاہدہ کر کے بھی باز نہ آئے اور اُن کا تسلسل آج بھی جاری ہے

اک لمحہ کو رُکیں اور اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض کرنے والے جہاد سے واپس آئے تھے، بارگاہِ رسالت میں موجود و حاضر، رُخِ والضحیٰ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے اُنھی کی رضا چاہنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے مگر مگر اور مگر۔۔۔۔۔

جو حضرت علی ؓ سے خوش نہ ہوں، جنھیں مصطفی کریم ﷺ کا مرتضیٰ علیہ السلام اچھا نہیں لگتا

وہ سمجھ بھی لیں اور جان بھی لیں کہ حضور ﷺ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اُن سے راضی نہیں ہوتے چاہے وہ کچھ بھی کیوں نہ کرلیں!!

رُخِ رحمت اور لحنِ کرم میں جلال کی بجلیاں

حُسنِ عقیدہ، حُسنِ ظن اور حُسنِ نظریہ و یقین یہی ہے کہ معترضین حُسنِ نیت اور حُسنِ ارادہ کے ساتھ شکایت کررہے ہوں اور واقعی ہی وہ حضرت مولا مرتضیٰ علیہ السلام کے فیصلے کو خلافِ عدل سمجھ رہے ہوں مگر سیکھنے اور سمجھنے کی بات تو رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہے۔ اُس رحمت اللعالمین آقا ﷺ جن کے چہرۂ کرم و محبت سے ہمیشہ ہی تبسم خیرات پاتا ہی رہتا۔ آج جیسے ہی چوتھے شخص نے بات مکمل کی تو فوراً ہی ماحول میں غضب و جلال کی بجلیاں کڑکنے لگ گئیں۔ قارئین کرام! حدیث پاک کے الفاظ پر ذرا سا غور فرمائیں:

کہ پہلے مرحلہ میں مسلسل اعراض کے بعد اس حال میں اُن کی طرف نگاہیں اُٹھانا

کہ چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمایاں تھے

پھر جلال بھرے لہجہ میں ارشاد فرمانا کہ تمھیں علی ؓ سے مسئلہ ہے کیا؟

ناراضی کا یہ عالم کہ یہ بات بار بار دہرانا

ہمیں نہیں معلوم کہ وہ معترضین اختلاف کررہے تھے، شکایت کررہے تھے، سبّ کررہے تھے یا پھر تنقید کررہے تھے!!!

مگر اک بات طے شدہ ہے کہ وہ جو بھی کررہے تھے وہ آقا کریم، سید الانبیاء والمرسلین، محبوبِ ربّ العالمین ﷺ کے مزاج و طبیعت کے خلاف تھی

اسی لیے تو نبی پاک ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی:

من سب علیا فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ

''جس نے علی ؓ کو سبّ کیا، اُس نے مجھ رسول اللہ ﷺ کو سبّ کیا اور جس نے مجھے سبّ کیا اُس نے اللہ ربّ العالمین کو سبّ کیا''۔

سبّ کے معنیٰ میں تو شاید گنجائش نکالی جاسکتی ہو۔ اسی لیے حضرت مولا علی ؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اس اَمر کو اور زیادہ واضح فرمایا:

من آذی علیا فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللہ

''جس کسی نے بھی علی ؓ کو اذیت و تکلیف دی تو یقیناً اُس نے مجھ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی اور جس جس نے مجھے تکلیف دی، اُس اُس نے اللہ ربّ العالمین کو اذیت و تکلیف پہنچائی''۔

اسی لیے تاریخ گواہ ہے کہ جن عظیم بخت افراد نے آقا کریم ﷺ کے فرامین مبارک کی حقیقت کو سمجھا اُنھوں نے زندگی بھر مولا علی ؓ سے بے وفائی نہیں کی۔ حافظ ابن حجر العسقلانی حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی فضیلت میں ایک روایت نقل کرنے کے بعد اس کے تحت ایک اور روایت امام ابویعلی سے نقل کرتے ہوئے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو حضرت مولا علی ؓ کو بُرا بھلا کہنے پر مجبور کیا گیا تو انہوں نے نہایت جرأت مندانہ انداز میں ارشاد فرمایا:

وعند أبي يعلى عن سعد من وجه آخر لا بأس به قال لو وضع المنشار على مفرقي على أن أسب عليا ما سببته أبدا

''اور ابی یعلی نے حضرت سعد ؓ سے ایک اور ایسے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جس میں کوئی نقص نہیں کہ حضرت سعد ؓ نے جواباً کہا: اگر تم میری گردن پر آرہ بھی رکھ دو کہ میں علی ؓ پر سبّ کروں تو تب بھی میں کبھی سیدنا علی ؓ پر سبّ نہیں کروں گا''۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے سَر پر تو آرے اور کلہاڑے نہ چلائے جاسکے مگر حضرت میثم تمار اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کی زبان اور گردن دونوں کو حضرت مولا علی المرتضیٰ کی وفا و محبت میں کاٹ ڈالا گیا۔ سلام اُن حبداران مولا علی علیہ السلام کو!!! جو اپنے آقا اور محبوب ربّ العالمین ﷺ کے فرمانِ مبارک کی حقیقت کو پا گئے۔

زبان تو کاٹ دی میثم کی ظالموں نے
مگر نہ چھین پائے لہو سے پکار حیدر ؓ کی

علی ؓ تو مجھ سے اور میں علی ؓ سے ہوں

اُسی پُرجلال لہجہ میں سامنے والے مخاطبین اور قیامت تک آنے والے منافقین، حاسدین اور مؤمنین کو بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سمجھا دی کہ علی ؓ کا شکوہ و شکایت نہ کرنا، اُن سے ناراض نہ ہونا اور اُنہیں بھی خود سے ناراض نہ ہونے دینا، اُن پر سبّ و شتم تو دور کی بات ہے، تنقید بھی نہ کرنا کیونکہ میرے علی ؓ نے کسی کا حق نہیں مارا اور وہ کسی کا حق نہیں مارتا بلکہ وہ کسی کا حق نہیں مارسکتا۔۔۔۔۔۔۔ وہ تو مجھ سے ہے

علی ؓ مجھ سے ہے یعنی علی ؓ پر اعتراض کرنا مجھ اللہ کے رسول پر اعتراض کرنا ہے

علی کا شکوہ و شکایت تو رسول اللہ ﷺ کی شکایت و شکوہ ہے کیونکہ علی ؓ تو ہے رسول اللہ ﷺ سے۔۔۔۔۔۔

پھر بھی تمھیں علی ؓ سے شکایت کیوں ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر تم علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چاہتے کیا ہو!!!

میرا علی ؓ تو تمہارے لیے کرم ہے، رحمت ہے، تمہارے لیے پناہ ہے، حق تو ہے علی ؓ کے ساتھ ساتھ اور پیچھے پیچھے، پھر بھی تمھیں علی سے شکوہ کیا ہے!!!

تم کیسے لوگ ہو کہ ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور لبوں پر علی ؓ کی شکایت بھی

اور میں بھی علی ؓ سے ہوں!! میری سیرت و کردار کا کامل نمونہ علی علی ؓ ہے، میرا بھائی، میرا وارث، میرا علمبردار علی اور صرف علی ؓ ہی تو ہے۔

میرے بعد تم سب کا ولی علی علی ؓ

بعدی کے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں:

❁ پہلا معنیٰ۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا کہ میری ظاہری حیات کے بعد تمہارا اولی، تمہارا آقا اور تمہارا سردار علی علی ہے

❁ دوسرا معنیٰ۔۔۔۔ نبی معظم اور ہادی اعظم ﷺ نے اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ ساری اُمت کی رہبری اور امامت میری ذات سے وابستہ ہے اور میرے بعد اُمت کا جو رہبر و ہادی و مرشد و امام ہے وہ علی علی اور علی علی ؓ ہے

رسول خدا ﷺ کس اندازِ جلال کے ساتھ ان سے مخاطب ہوئے جو علی ؓ کی

شکایت کرنے آئے تھے

اب وہ اپنا انجام سوچیں یا پھر اپنا اندازِ زندگی بدل ڈالیں !!!

جنہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اندازِ حکمرانی پسند نہیں

جنہیں مولا علی رضی اللہ عنہ کی باتیں پسند نہیں

ہمارے لیے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کافی ہے

علی رضی اللہ عنہ ہر مؤمن کا ولی ہے اور علی رضی اللہ عنہ ہمارا ولی ہے، علی رضی اللہ عنہ ہمارے امام ہیں، علی رضی اللہ عنہ ہمارے رہبر ہیں، علی رضی اللہ عنہ ہمارے مرشد ہیں، علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا ہیں

ہم علی رضی اللہ عنہ کے نوکر ہیں، ہم مولا علی رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، ہم آقا علی رضی اللہ عنہ کے وفادار ہیں، ہم حیدر کرار علیہ السلام کے حبدار ہیں

اس لیے ہم مؤمن ہیں، ہم مؤمن ہیں، ہم ایمان وایقان والے ہیں۔

ابن ابی الحدید نے سچ ہی کہا ہے:

لو لا ابو طالبٍ و ابنهٗ
لَمَا مثلُ الدِّينِ شخصاً فقاما

""اگر حضرت ابو طالب اور اُن کا بیٹا حضرت علی علیہ السلام نہ ہوتے تو دین اسلام اس طرح مضبوط اور اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوسکتا"۔

شیوہ اگرچہ اپنا نہ یہ وعظ و پند ہے
پر اس کو سُن رکھ اے کہ تو کچھ درد مند ہے
کیا ہے جو عرصہ تنگ ہوا ، کام بند ہے
دل جمع کر کہ ہمت مولیٰ بلند ہے
یعنی کرم شعار ہے مشکل کشا علی رضی اللہ عنہ

اسی واقعہ کی ایک اور روایت

المعجم الاوسط میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس خبر کو پہنچاؤں، لہذا مدینہ پاک پہنچنے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح کی خبر سنانے کے بعد مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت بھی کی۔ روایت واضح کرتی ہے کہ کچھ لوگ ایسے تو تھے جن کی بھرپور کوشش رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں گرایا جاسکے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فَجِئْتُ لِأُخْبِرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَأَخْبِرْهُ، فَإِنَّهُ يُسْقِطُهُ مِنْ عَيْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ الْكَلَامَ، فَخَرَجَ مُغْضَبًا، وَقَالَ: »مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَنْتَقِصُونَ عَلِيًّا، مَنْ يَنْتَقِصْ عَلِيًّا فَقَدِ انْتَقَصَنِي، وَمَنْ فَارَقَ عَلِيًّا فَقَدْ فَارَقَنِي، إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، خُلِقَ مِنْ طِينَتِي، وَخُلِقْتُ مِنْ طِينَةِ إِبْرَاهِيمَ، وَأَنَا أَفْضَلُ مِنْ إِبْرَاهِيمَ: {ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ، وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ} [آل عمران: 34]، وَقَالَ: »يَا بُرَيْدَةُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ لِعَلِيٍّ أَكْثَرَ مِنَ الْجَارِيَةِ الَّتِي أَخَذَ، وَأَنَّهُ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِي؟« فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بِالصُّحْبَةِ إِلَّا بَسَطْتَ يَدَكَ حَتَّى أُبَايِعَكَ عَلَى الْإِسْلَامِ جَدِيدًا قَالَ: فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى بَايَعْتُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ

""لوگوں نے پوچھا: اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا خبر ہے؟ میں نے بتایا کہ خیر ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی ہے لوگوں نے پوچھا: تم کیوں پہلے آگئے ہو؟ بتایا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ نے خمس میں سے ایک کنیز کو اختیار کرلیا ہے اور میں اس لیے آیا ہوں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچاؤں لوگوں نے کہا کہ ہاں اس بات کی خبر ضرور دو تاکہ ان کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں کم ہوجائے جب نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری باتیں سُنیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے درِ اقدس سے غضب وجلال کے عالم میں نکلے اور ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرتے ہیں جس نے علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی، یقیناً اُس نے میری تنقیص کی جس نے علی رضی اللہ عنہ کو خود سے جُدا کیا، بلاشبہ اُس نے مجھے خود سے جُدا کردیا بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں وہ میرے ہی خمیر سے تخلیق کیا گیا ہے اور مجھے ابراہیم کی طینت سے تخلیق کیا گیا اور میں ابراہیم سے افضل ہوں پھر سورہ آل عمران کی آیت تلاوت فرمائی: اولادہیں ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے بریدہ! تم جانتے ہو کہ علی رضی اللہ عنہ کا حصہ اس سے زیادہ کنیزیں بنتا تھا جو ایک اُس نے لی ہے بے شک میرے بعد وہ تم سب کا ولی ہے میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت علیحدہ نہیں ہوں گا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ آگے نہ بڑھائیں اور اسلام کی تجدید پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت نہ کرلوں رحمۃ اللعالمین آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی تجھے خود سے جدا نہیں ہونے دیتا یہاں تک میں نے تجدید اسلام پر دوبارہ بیعت کی"۔

قارئین کرام!!!

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اُمت کو، مسلمانوں کو، ایمان والوں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت چاہنے والوں کو اپنے تجربہ

اور اپنی روایت سے سمجھا رہے ہیں کہ

کبھی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک نہ کرنا

کبھی علی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گالی نہ دینا

کبھی آقا علی علیہ السلام سے بے وفائی نہ کرنا

مرادِ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے کہ جس نے میرے علی رضی اللہ عنہ سے دوری اختیار کی، اُس نے مجھ سے دوری اختیار کرلی

جس نے علی رضی اللہ عنہ کی شان ومرتبہ کو کم کیا، اُس نے میری شان پر حملہ کیا

علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کبھی بھی شک نہ کرنا، علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کبھی بھی کسی شبہ میں مبتلا نہ ہونا

تاکیداً فرمانا۔۔۔۔۔۔ میرے بعد وہ ہر مؤمن کا ولی ہے

میرے بعد وہ تم سب کا ولی بھی ہے اور والی بھی!!

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا مقصودِ فرمان رسول کو سمجھنا اور عرض کرنا

میں تجدید ایمان واسلام کرتا ہوں، علی رضی اللہ عنہ کے مقام ورُتبہ میں شبہ وشک کرکے مجھ سے جو قصور سرزد ہوا ہے

اے میرے کریم ورحیم آقا! میں اُس پر توبہ کرتے ہوئے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتے ہوئے تجدید اسلام کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوبارہ بیعت فرمانا اور تجدید اسلام کی بیعت دوبارہ قبول بھی کرلینا اور اس سے انکار نہ کرنا۔۔۔

سمجھنے کی بات ہے!!!

پیغام حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بنام اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست کرم پر دوبارہ اسلام وایمان قبول کرلیا تھا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی بھی مل گئی تھی

تم اپنے بارے میں سوچ کر اپنا فیصلہ خود ہی کرلو!!!

اگر بندہ ضمیر فروش نہ ہو یا پھر بے ضمیر نہ ہو

دَم دَم علی علی اور علی علی رضی اللہ عنہ پکارتا ہے

وہ مانتا ہے کہ میں مؤمن ہوں تو میرا مولا علی رضی اللہ عنہ ہے

وہ یقین وایقان سے حیدر حیدر کرتا ہے

وہ جانتا ہے میرے ولی اور والی علی رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت شاہ شمس تبریز علیہ الرحمہ کی طرح بندۂ مؤمن کہہ اُٹھتا ہے:

ساقیِ با وفا منم ، ہمہ دم علی علی رضی اللہ عنہ

صوفیء با صفا منم ، دم ہمہ دم علی علی رضی اللہ عنہ

عاشقِ مرتضیٰ منم ، دم ہمہ دم علی علی رضی اللہ عنہ

مطربِ خشبو منم ، دم ہمہ دم علی علی رضی اللہ عنہ

ہمدمِ سید البشر ، راجع شمس و القمر

بابِ شبیر و شبّر ، دم ہمہ دم علی علی رضی اللہ عنہ

مسند امام حنبل کی اک اور روایت میں جلالت وغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

دَعُوا عَلِیًّا	تم سب علی رضی اللہ عنہ کو بُلا کر لاؤ
دَعُوا عَلِیًّا	تم سب کے سب علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ
دَعُوا عَلِیًّا	تم سارے کے سارے علی رضی اللہ عنہ کو آواز دو

إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ،

بے شک وشبہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے، میرا ہے اور میں اس کا ہوں

وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي

اور میرے بعد وہ ہر اُس شخص کا ولی ہے جو مؤمن ہے

پھر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکیداً بار بار ارشاد فرمایا تاکہ قیامت تک کسی بیمار ذہن میں شک کا کوئی کیڑا باقی نہ رہ جائے

ان فرامین محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوبارہ اور سہ بارہ مطالعہ کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ مقام علی رضی اللہ عنہ کیا ہے؟؟؟

ہادی علی رضی اللہ عنہ ، رفیق علی رضی اللہ عنہ ، رہنما علی رضی اللہ عنہ

یاور علی رضی اللہ عنہ ، ممد علی رضی اللہ عنہ ، آشنا علی رضی اللہ عنہ

مرشد علی رضی اللہ عنہ ، کفیل علی رضی اللہ عنہ ، پیشوا علی رضی اللہ عنہ

مقصد علی رضی اللہ عنہ ، مراد علی رضی اللہ عنہ ، مدعا علی رضی اللہ عنہ

جو کچھ کہو سو اپنے لیے تو مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ

صاحبو!

جس بدن کو تم سجا سجا کر رکھتے ہو۔۔۔۔جس پر تم زرق برق لباسوں کے غلاف چڑھاتے ہو۔۔۔۔جن سروں کو تم پیچ در پیچ عماموں سے مزین کرتے ہو۔۔۔۔جس رخ رونق کی زیب وزینت پر تم سینکڑوں خواہشیں لٹاتے ہو۔۔۔۔جن آنکھوں کو تم سرمگیں وجذب گیں رکھنے کے اہتمام کرتے ہو۔۔۔۔جس ماتھے کو تم پر کشش بنانے کے لیے جھومر سجاتے ہو۔۔۔۔کبھی سوچا ان کی سب رونقیں زندگی سے ہیں۔۔۔۔زندگی نہ ہو تو پھر آنکھ نہیں مٹی کا ڈھیلا ہے۔۔۔۔ماتھا نہیں لکڑی کی تختی ہے۔۔۔۔سر نہیں لخت سنگ ہے۔۔۔۔بدن نہیں، بوسیدہ ہڈیوں کا پنجر ہے اس لیے بناتے ہی ہو، سنوارتے ہی ہو اور زیب وزینت کے مشتاق ہی ہو، تو زندگی کو سنوارو۔۔۔۔اس کا میک اپ کرو۔۔۔۔اسے مزین کرو اور یاد رکھو کہ زندگی نہیں بنتی۔۔۔۔زندگی نہیں سنورتی۔۔۔۔زندگی نہیں آراستہ ہوتی اور زندگی کا چہرہ حسن کے غازہ سے نہیں چمکتا، بجز اس کے اسے اسلام کا غسل دو۔۔۔۔اسے اسلام کے رنگ میں رنگو اور اسے اسلام کے آب صافی سے دھو، پیارو! اسے ضائع نہ کرو۔۔۔۔اسے بے کشش اور مجبور نہ رکھو۔۔۔۔اسے بناؤ بناؤ، سلجھاؤ سلجھاؤ سلجھاؤ اور یہ فضول کاموں سے نہیں بنتی نہیں سلجھتی، اس کے حسن کا راز اسی میں ہے کہ اسے باخدا بناؤ اور با مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بناؤ۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: نائس بیکرز اینڈ سویٹس ہاؤس

عید الاضحیٰ کے فضائل و احکام

محمد امین شرقپوری

فضائلِ یوم عرفہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص عرفہ (9 ذی الحجہ) کے دن روزہ رکھے گا تو حق تعالیٰ تاریخ میں تمام دنیا میں روزہ رکھنے والوں کے روزوں کا ثواب مرحمت فرمائے گا اور قیامت کے دن ستر ہزار فرشتے روز قیامت کے تمام مراحل طے کرا کر با اعزاز تمام جنت میں پہنچا دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بقر عید کے دسوں دن (پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک) کے ہر روزہ کا ثواب ایک ہزار روزے کا ہے۔ یوم عرفہ کے روزہ کا ثواب دس ہزار روزے کا ہے۔

ایک اور روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن حق تعالیٰ کی رحمت عام اور پھیل جاتی ہے۔ سب دنوں سے زیادہ اس دن گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن حق تعالیٰ کی رحمت عام اور پھیل جاتی ہے۔ سب دنوں سے زیادہ اس دن گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں بہت سے محل موتی، یاقوت، زمرد اور سونے چاندی کے تعمیر کیے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ محل جن لوگوں کو ملیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ محل ان لوگوں کو عطا کیے جائیں گے جو عرفہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس کے لیے خیر و خیرات کے ستر دروازے کھول دیتا ہے اور تیس دروازے شر کے بند کر دیتا ہے۔ روزہ دار جب شام کو روزہ افطار کرتا ہے تو اس کے جسم کی تمام رگیں روزہ دار کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص عرفہ کے دن اپنی زبان، کان اور نگاہ کی حفاظت کرے گا، حق تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا ہے، حق تعالیٰ اسے مغفرت عطا کر دیتا ہے۔

نماز اور سنن و مستحبات

عید الاضحیٰ کے سنن و مستحبات وہی ہیں جو عید الفطر کے ہیں اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو نماز عید الفطر کا ہے۔ ہاں نماز کی نیت کرتے وقت بجائے عید الفطر کے عید الاضحیٰ کہنا چاہیے۔

قربانی کا ثواب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ و محبوب ہیں۔ قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

قربانی کرنا کس پر واجب ہے

1) قربانی کرنا ہر مال دار صاحب نصاب پر واجب ہے جس شخص کے پاس دو سو درم چاندی (ساڑھے باون تولے) یا بیس دینار سونا (ساڑھے سات تولہ) ہو یا حاجت اصلیہ و اسباب خانہ داری و ضروریات زندگی کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

2) مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن بطور نفل و ثواب کرنا چاہیے تو کر سکتا ہے۔

قربانی کا وقت

1) دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے لیکن دسویں تاریخ سب سے افضل ہے۔ اس کے بعد گیارہویں بارہویں۔

2) شہر میں قربانی کے لیے شرط ہے کہ بعد نماز کی جائے لیکن دیہات میں صبح صادق کرنا جائز ہے۔

3) قربانی کے دن گزر جانے کے بعد جو جانور قربانی کے لیے خریدا گیا اور کسی وجہ سے اس کی قربانی نہ کی جا سکی تو اس کو صدقہ کر دینا چاہیے۔

4) دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہر وقت قربانی کرنا جائز ہے مگر رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے۔

5) اگر کوئی شہر کا باشندہ اپنی قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دے تو اس صورت میں دسویں تاریخ کو بعد طلوع صبح صادق جائز ہے۔

6) دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ میں اگر کوئی مسافر کسی مقام پر قیام کی نیت کرے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کے لیے جانور

1) متذکرہ بالا شرائط کی موجودگی میں ایک بھیڑ، بکری، دنبہ، مینڈھا، یا اونٹ، گائے، بھینس کا حصہ واجب ہے۔ اونٹ، گائے، بھینس میں سات حصہ داروں کی شرکت جائز ہے۔

2) قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دنبہ، مینڈھا نر مادہ، خصی، غیر خصی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ وحشی جانور مثلاً ہرن، نیل، گائے بارہ سنگھا وغیرہ کی قربانی درست نہیں ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 22 پر

حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی

ولادت باسعادت

آپ مدینہ منورہ میں واقعہ کربلا سے تین برس قبل بروز جمعہ بتاریخ 3 صفر المظفر 87ھ میں پیدا ہوئے۔

اسم مبارک وکنیت

آپ کا نام پاک محمد کنیت ابوجعفر و مبارک اور لقب سامی، باقر، شاکر اور ہادی ہے۔

آپ کے اساتذہ کرام

آپ حدیث میں اپنے والد ماجد سیدنا علی بن الحسین و ابن عباس و جابر بن عبد اللہ و ابوسعید خدری و حضرت بی بی عائشہ و بی بی ام سلمہ وغرھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے محبوب تلامذہ میں سے ہیں۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ جن کو ام عبداللہ بھی کہتے ہیں (دختر نیک اختر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) تھیں۔

سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو گیا۔ اس وقت وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا محمد بن علی بن حسین بن علی ہوں۔ تو میرے ہاتھ چومے اور کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو تم کو سلام پیغمبر علیہ السلام کا، میں نے کہا السلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ میں نے قصہ پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ملاقات کرے گا میرے ایک فرزند سے کہ نام اس کا محمد ہوگا ان سے میرا سلام کہنا۔

حلیہ شریف

آپ کا قد میانہ اور رنگ گندم گون تھا اور صورت و سیرت میں آپ مثل اپنے آبائے کرام کے تھے۔

باقر کی وجہ تسمیہ

صواعق محرقہ میں ہے کہ باقر بقر الارض سے مشتق ہے اور بقر الارض کے معنیٰ ہیں زمین کو پھاڑ کر اس کی مخفیات کو نکال کر ظاہر کرنے والا تو آپ نے مخفیاتِ کنز معارف و حقائق و اشکال و لطائف کو ظاہر فرمایا اسی وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا۔

فضائل

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ پانچویں امام ہیں۔ آپ طریقت میں دلیل ارباب مشاہدہ کے برہان، امام اولادِ نبی، برگزیدۂ نسل علی ہیں۔ کتاب الٰہی کے بیان کرتے وقت علوم کی باریکیاں اور لطیف اشارات کو واضح کرنے میں مخصوص تھے۔ آپ کی کرامتیں مشہور اور روشن نشانیاں تابندہ دلائل سے معروف ہیں۔ صاحب ارشاد کا قول ہے کہ جس قدر علم دین اور سنن، علم قرآن و سیر اور فنون ادب وغیرہ آپ سے ظاہر ہوئے وہ کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ تذکرۃ الخواص الامہ میں حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا جواب اتنا شاندار عطا فرمایا کہ اس سے شاندار جواب میں نے کسی سے نہ سنا نہ دیکھا۔

علمائے عصر نے بعض آیات بینات کے معانی و مطالب آپ سے امتحاناً دریافت کیے تو آپ نے ایسے جواب شافی دیے کہ سوائے تسلیم کے چارہ نہ رہا۔ ایک بار مقام عرفات میں تیس ہزار سوالات مختلف مسائل کے آپ سے کیے گئے۔ آپ نے تمام مشکل مسائل کے ایسے شافی جوابات عنایت فرمائے کہ تمام آپ کے فضائل و کمالات کے معترف ہوگئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے علمائے کرام کو از روئے علم کسی کے پاس اس قدر اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ آپ کے روبرو۔ ابن شہاب زہری جنہوں نے سب سے پہلے حدیث کی تدوین کی ہے آپ کو حدیث میں ثقہ لکھتے ہیں۔ امام نسائی نے اہل مدینہ کے فقہائے تابعین میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ تابعین اہل مدینہ کے تیسرے طبقہ میں سے ہیں اور آپ کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت آپ کی ولادت کی پیش گوئی فرمائی جب کہ آپ کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آپ کو سلام کا حکم فرمایا۔

عادات وصفات

آپ بڑے عابد و زاہد، خاشع، خاضع، پاک طینت اور بزرگ نفس تھے اپنے تمام اوقات کو عبادت و طاعت الٰہی سے معمور رکھتے تھے اور آپ کو عارفوں کی سیر و مقامات میں اس قدر رسوخ تھا کہ زبان اس کی صفت سے قاصر ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد اکثر آدھی رات گزر جانے کے بعد رویا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے فرماتے۔ **امرتنی فلم ائتمر فھیتنی فلم ازتجر فھا انا عبدک بین یدیک مقر لا اعتذر** یعنی اے میرے پروردگار تونے مجھے نیک کاموں کا حکم دیا مگر میں نے اس پر عمل نہیں کیا اور تو نے مجھے برے کاموں سے دور رہنے کو فرمایا مگر میں باز نہ آیا۔ پس تیرا عاجز بندہ تیرے حضور میں اپنے فروگزاشت و گناہوں کا اقرار کرنے والا کھڑا ہے اور کوئی عذر نہیں رکھتا۔

خشیت الٰہی

آپ بڑے عابد و زاہد اور انتہائی مستجاب الدعوات تھے۔ افلح آپ کے مولا کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا آپ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی اتنے زور سے روئے کہ چیخیں

نکلنے لگیں۔ میں نے کہا حضور! اس قدر زور سے نہ چیخیں کیونکہ تمام لوگوں کی نظریں آپ کی طرف مرکوز ہوگئی ہیں تو آپ نے فرمایا: فقال لما لا ابکی لعل الله تعالیٰ ینظر الی برحمته فافور بها عنده غدا نحرطاف با لبیت وصلی خلف الامام ورفع راسه من السجود فاذا موضع سجوده مبتل بدموع عینه۔

توفرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں؟ شاید اللہ تعالیٰ میرے رونے کی وجہ سے مجھ پر رحمت کی نظر فرمائے اور میں کل قیامت کے دن اس کے نزدیک کامیاب ہوجاؤں، پھر آپ نے طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی اور جب سجدہ کر کے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔

مناجات

آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے ایک روایت کرتے ہیں کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ اپنے وظائف و اوراد سے فارغ ہوجاتے تو اونچی آواز میں مناجات شروع کردیتے اور کہتے:

''اے میرے اللہ! اے میرے مولیٰ، رات آگئی اور دنیا کے تمام حکمرانوں کا تصرف ختم ہوگیا۔ آسمان پر ستارے بھی آئے دنیا محوخواب ہوکر گویا ناپید ہوگئی۔ لوگوں کا شوروغل سکوت میں بدل گیا۔ آنکھیں نیند سے بند ہونے لگیں تو لوگ بنی امیہ کے دروازوں سے بھاگنے لگے اور اپنی خواہشات کو ساتھ لیے واپس ہوئے لیکن اے میرے اللہ! تو زندہ و پائندہ ہے، تجھے سب کچھ معلوم ہے، تو سب کچھ دیکھتا ہے، غنودگی اور نیند تجھ پر روانہیں اور جو شخص ان صفات کے باوجود تجھے پہچاننے سے قاصر ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں۔ اے وہ ذاتِ یکتا کہ کوئی چیز تجھے کسی کام سے روک نہیں سکتی اور دن رات کو تیری بقا میں خلل انداز ہونے کی مجال نہیں۔ تیری رحمت کے دروازے ہر شخص پر کھلے ہیں، جو تیرے حضور میں دعا کرتا ہے اور تیری رحمت کے خزانے اس پر نچھاور ہیں، جو تیری حمد وثناء کرے تو وہ مالک و مولا ہے کہ کسی سوالی کو رد کرنا تیرے شایانِ شان نہیں جو مومن تیری بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دنیا میں اسے باز رکھنے والا کون ہے۔ انسان تو کیا زمین و آسمان بھی اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اے میرے خدا! جب موت، قبر اور یوم حساب کو یاد کرتا ہوں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دنیائے فانی کو دل کی شادمانی کا ذریعہ تصور کروں۔ اعمال نامے کا تصور دنیا کی کسی بھی دلچسپی میں کیوں کر محو رہنے کی مہلت دے سکتا ہے فرشتۂ موت کو یاد رکھوں تو دل کو دنیا سے کس طرح لگا سکتا ہوں۔ پس مجھے جو کچھ مانگنا ہے تجھی سے مانگتا ہوں کیونکہ تجھے جانتا ہوں اور میرا ہر مطلب تجھ سے وابستہ ہے کیونکہ تیرے سوا کسی کو پکارتا نہیں ہوں اور تجھ سے میری یہی التجا ہے کہ مجھے وہ موت عطا کر جس میں عذاب نہ ہو اور حساب کے وقت وہ عیش مرحمت فرما کہ جس میں عقوبت وسزا نہ ہو''۔

آپ یہ سب کچھ کہتے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک رات میں نے ان سے کہا: اے سید اور میرے ماں باپ کے آقا کہاں تک روئیں گے اور کب تک، فریادو نالہ میں مصروف رہیں گے؟ جواب میں کہنے لگے اے دوست! حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بیٹے کے فراق میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھے اور آنکھیں سفید ہوگئیں اور میں تو اٹھارہ عزیزوں کو گم کر کے بیٹھا ہوں جن میں میرے پدر بزرگوار یعنی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہدائے کربلا شامل ہیں۔ پھر کیوں کر آہ و زاری میں میں تخفیف کروں۔

کرامات

پاگل و مجنون کا علاج

علمائے شریعت و عرفان طریقت دونوں گروہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ اولیائے محدثین و عارفین میں نہایت بابرکت اور سراپا کرامت بزرگ ہیں۔ چنانچہ حدیث کی جس سند میں آپ کا اور آپ کے فرزند اور آپ کے والد ماجد بزرگوار کا ذکر ہے۔ یعنی **جعفر ن الصادق عن ابیه محمدن الباقر عن ابیه علی بن الحسین عن ابیه الحسین بن علی عن ابیه علی ابن ابی طالب** رضی اللہ عنہم محدثین کا اس سند کے بارے میں یہ قول ہے کہ اگر یہ سند کسی مجنون، پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ شفایاب ہوکر صاحب عقل و فہم ہوجائے گا۔

اندھے کو بینا کردیا

ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ وراثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں آپ بھی وراثت جمیع علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ فرمایا تحقیق کہ ایسا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ مردے کو زندہ، ابرص کو اچھا اور اندھے کو بینا کرسکتے ہیں اور بتاسکتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے کیا جمع کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم بھی کرسکتے ہیں۔ پھر فرمایا میرے نزدیک آؤ اور ابوبصیر اس وقت نابینا تھے میں جب آپ کے قریب گیا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرہ پر پھیرا تو دفعتاً میں آسمان، زمین اور پہاڑ کو دیکھنے لگا یہاں تک کہ میری آنکھ میں پوری بینائی آگئی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اسی طرح دیکھتا رہے اور تیرا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ پر رہے یا تو بدستور ہوجائے اور اس اندھے ہونے کے بدلے تجھے جنت ملے؟ میں نے عرض کیا کہ میں جنت چاہتا ہوں، آپ نے دوبارہ ہاتھ کو پھیرا تو میں جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا۔

غیب پر آپ کی نظر

روایت ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم لوگ قریب پچاس آدمی تھے جو حضرت امام محمد باقر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کے حضور میں حاضر تھے اچانک ایک شخص کوفے سے آیا۔ جو خرمے کی تجارت کرتا تھا اور اس نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے کہا کہ فلاں شخص کوفے میں ایسا گمان کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ ایک ربانی فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور آپ کے دوستوں کو آپ کے دشمنوں سے جدا کردیتا ہے اور آپ کو اس کا شناسا کردیتا ہے؟ اس کی بات کو سن کر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں گیہوں بیچتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے کہا کہ کبھی کبھی جو بھی جو بیچ لیتا ہوں، آپ نے فرمایا ایسا بھی نہیں ہے جس کا تم اقرار کر رہے ہو بلکہ تیرا پیشہ چھوارے کے دانے کو بیچنا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا کہ ایک ربانی فرشتہ ہے جو مجھے میرے دوست اور دشمن کی خبر دیتا ہے اور سن لے کہ تو فلاں بیماری سے مرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ پہنچا تو اس شخص کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کو انتقال کیے ہوئے آج تین دن ہوگئے۔ پھر بیماری کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے جس بیماری میں اس کو موت کی خبر دی تھی اسی مرض میں اس کی موت ہوئی۔

ملک و دولت کی خوشخبری

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور انہیں دنوں آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تھی۔ داؤد ابن سلیمان اور منصور دوانقی مسجد نبوی میں آئے۔ داؤد تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے اور منصور دوانقی دوسری جگہ جا بیٹھے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوانقی میرے سامنے کیوں نہیں آتا؟ داؤد نے کہا کہ حضور انہیں ایک عذر ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دن دور نہیں کہ دوانقی مخلوق خدا پر حکمران ہوجائے گا۔ داؤد اٹھے اور یہ خوشخبری دوانقی سے بیان کی۔ اس کے بعد دوانقی آپ کے قریب آئے اور آکر عرض کیا کہ حضور! مجھے آپ کے پاس آنے سے آپ کی عظمت و جلالت نے روکا تھا۔ پھر انہوں نے داؤد کی کہی ہوئی خوشخبری کے متعلق آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات میں سن رہا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم نے سنا وہ سچ ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ پھر منصور دوانقی نے پوچھا کہ ہماری حکومت کیا آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں پہلے ہوگی۔ پھر اس نے سوال کیا کہ کیا یہ حکومت مجھ ہی پر ختم ہوجائے گی یا میری اولاد کو بھی ملے گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہاری اولاد کو بھی حکومت ملے گی۔ پھر سوال کیا کہ ہماری حکومت دراز ہوگی یا بنی امیہ کی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مدت حکومت دراز ہوگی اور تمہارے لڑکے ملک کو حاصل کریں گے اور اس سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح کے لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں اور وہ کہیں گے کہ یہ وہ چیز ہے جو مجھے میرے والد سے پہنچی ہے۔ یہاں تک وہ وقت بھی آیا کہ منصور دوانقی کو قدرت نے حکومت دی اور اپنے ملک کی باگ ڈور جب سنبھالی تو لوگوں کو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی پر یقین کامل ہوا اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

پیشین گوئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد گرامی ایک سال مجلس عام میں بیٹھے تھے کہ اپنے سر مبارک کو زمین کی طرف جھکایا اور پھر اٹھانے کے بعد ارشاد فرمایا اے قوم! تمہارا کیا حال ہوگا جب ایک شخص تمہارے اس شہر میں چار ہزار افراد کے ساتھ آکر تین روز تک قتل و خون ریزی کرے گا اور تم ایسی بلا دیکھو گے جس کے دور کرنے کی تم میں طاقت نہ ہوگی اور یہ واقعہ آئندہ میں وقوع پذیر ہوگا اس لیے تم اپنے بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کرلو اور اس بات کو ہوش کے کان سے سن لو کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ ضرور ہوگا۔ اہل مدینہ نے آپ کی بات پر کچھ بھی التفات نہ کیا اور کہا کہ ایسا واقعہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب وہ سال آیا تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے جملہ خاندان و جماعت بن ہاشم کو ساتھ لے کر مدینہ سے کوچ کر گئے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد نافع بن الارزق چار ہزار فوج لے کر مدینہ میں داخل ہوا اور تین روز تک اس نے مدینہ کو مباح کر دیا اور بے حساب مخلوق خدا کو مارا اور جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی وقوع پذیر رہا۔

حمیرہ نے کتاب المسائل میں تحریر فرمایا ہے کہ زید بن حازم نے کہا میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اتنے میں ان کے بھائی زید بن علی کا گزر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ کوفے میں خروج کرے گا اور لڑے گا اور اس کا سر پھرایا جائے گا۔ چنانچہ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے پیشین گوئی فرمائی تھی ویسا ہی ہوا۔

قتل کی سازش

روایت ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے آپ کو شہید کرنے کے ارادہ سے ایک شخص کی معرفت بلوایا۔ آپ اس شخص کے ہمراہ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب بادشاہ وقت کے قریب پہنچے تو وہ آپ سے معافی طلب کرنے لگا اور اظہار معذرت کرتے ہوئے تحائف پیش کیے اور بڑی ہی عزت و احترام کے ساتھ آپ کو واپس کیا۔ لوگوں نے بادشاہ وقت سے دریافت کیا کہ اے بادشاہ وقت تو نے انہیں قتل کی غرض سے بلوایا تھا لیکن ہم نے تو اس کے علاوہ سلوک تم کو ان کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ جب حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ میرے قریب تشریف لائے تو میں نے دو بڑے ہی غضب ناک شیروں کو دیکھا جو ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے اور وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اگر تم نے حضرت کے ساتھ کوئی بھی گستاخی کی تو ہم تمہیں مار ڈالے گے۔

عمارت منہدم ہوجائے گی

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ دار العمارت ہشام بن عبدالملک میں تشریف فرما تھے۔ وہ عمارت بڑی ہی شان و شوکت سے بنی ہوئی تھی۔ اس عمارت کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عمارت توڑی جائے گی اور اس کی خاک بھی یہاں سے اٹھالی جائے گی۔ یہ سن کر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا۔ مگر جب ہشام کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے ولید نے وہ عمارت کو مسمار کر دیا اور جیسا کہ حضرت نے پیشین گوئی فرمائی تھی ویسا ہی ہوا۔

اولاد کرام

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

1۔حضرت ابوعبداللہ
2۔حضرت امام جعفر صادق
3۔حضرت عبداللہ 4۔حضرت ابراہیم
5۔حضرت عبداللہ 6۔حضرت علی
حضرت زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ملفوظات

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے جب اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نعمت دے تو اس پر الحمدللہ کہو اور جب کوئی صدمہ پہنچے تو اس وقت **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھو اور جب رزق میں تنگی ہو تو **استغفر اللہ** پڑھو۔

ابوسعید منصور بن حصین رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نشر الدرس میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بیٹے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔ اول اپنی رضا مندی کو اپنی فرمانبرداری میں، اس لیے اس کے کسی فرمان کو حقیر نہ جانو شاید اس کی خوشی اسی میں ہو، دوم اپنے غصہ کو گناہ میں چھپایا ہے اس لیے تو کسی شخص کو ذلیل نہ خیال کر شاید کہ وہ اللہ کا ولی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بجلی ایماندار اور بے ایمان دونوں پر گرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے پر نہیں گرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت بجلی کی آواز سنو تو پڑھو۔ **اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک** فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت رعد کی گرج سنو تو پڑھو **سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملئکۃ من خیفتہ۔**

فرمایا کہ کوئی عبادت عفتِ بطن اور شرم گاہ سے

افضل تر نہیں ہے۔ فرمایا کسل و ملامت سے اپنے آپ کو دور رکھو کیونکہ یہ دونوں ہر ایک برائیوں کی کنجی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تو دنیا کو ایک منزل سمجھ کہ وہاں اترے اور کوچ کیے یا وہ مال سمجھ جو خواب میں مل جاتا ہے اور بعد بیداری کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ جب دل میں خدا کا دین خالص داخل ہوتا ہے تو ما سوائے اللہ کو دل سے نکال دیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایمان والے دنیا پر مطمئن نہیں ہوتے اس کے فانی ہونے کی وجہ سے اور آخرت سے بے پرواہ نہیں ہوتے، بسبب اس کے ہول کے۔ فرماتے ہیں تو اپنے دین میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھے نگہبان بنایا ہے اسی اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھ۔ فرماتے ہیں کہ فقر و غنا مومن کے دل میں پھرتے ہیں مگر جب توکل کا درجہ حاصل ہوتا ہے تو وہی قرار پکڑ لیتے ہیں۔

وقت وصال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے پاس تھا وصال کے وقت آپ نے غسل و تکفین و دفن اور دخول قبر کے متعلق چند وصایا فرمائے۔ میں نے کہا اے والد بزرگوار! واللہ جب سے آپ بیمار ہوئے ہیں میں نے آج سے بہتر حالت میں کسی دن نہیں دیکھا اور میں فی الوقت موت کا کوئی اثر آپ پر نہیں دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تو نے حضرت علی بن حسین کو نہیں سنا کہ وہ اس دیوار کے پیچھے سے مجھے پکارتے ہیں کہ اے محمد جلدی کر۔

کفن

آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ میں جس کپڑے میں نماز پڑھتا ہوں اسی کا مجھے کفن دیا جائے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حسبِ وصیت اس کپڑے کا آپ کو کفن دیا گیا۔

وصال مبارک

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا وصال مبارک ساتویں ذی الحجہ 114ھ بروز دوشنبہ ستاون سال کی عمر میں سلطنت ہشام بن عبدالملک اموی کے وقت میں ہوا۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس مدینہ منورہ کے عام قبرستان جنۃ البقیع میں اندرون روضہ مبارک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہے۔

نقش خاتم

آپ کا نقش خاتم رب لا تذرنی فردا تھا۔

بقیہ: عید الضحیٰ کے فضائل واحکام

3) بوقت ذبح اونٹ 5 سال، گائے بھینس دو سال بھیڑ اور بکری وغیرہ کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ اگر بھیڑ، دنبہ، مینڈھے وغیرہ کا چھ ماہ کا بچہ اتنا توانا و فربہ ہو کہ دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

4) قربانی کا جانور موٹا تازہ اچھا اور بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہوگا تو قربانی درست نہ ہوگی۔

5) جس جانور کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں، دانت یا سینگ نہ ہوں تو ان کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اندھے، کانے اور جس جانور کا ناک کان یا تہائی دم یا اس سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں، یا جو جانور اتنا لنگڑا ہو کہ تین ٹانگوں سے چل سکتا ہو، چوتھا پاؤں نہ رکھ سکتا ہو یا اتنا دبلا اور مریل ہو جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو تو ایسے جانوروں کی قربانی درست نہیں ہے۔

قربانی کا طریقہ

قربانی کے جانور کو ذبح سے پہلے چارہ پانی دینا چاہیے۔ ذبح کرنے کی چھری پہلے ہی سے تیز رکھنی چاہیے۔ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرنی چاہیے۔ بوقت ذبح قربانی کے جانور کو قبلہ رو لٹا کر داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے ذبح کریں اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ اللھم لک ومنک بسم اللہ اللہ اکبر

دعا ختم کرتے ہی چھری چلا دیں۔ اگر قربانی صرف اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم علیہ السلام و حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ذبح میں چاروں رگیں ورنہ تین رگیں ضرور کٹنی چاہییں اس سے زیادہ نہ کاٹیں اور ٹھنڈا ہونے پر پاؤں کاٹیں اور کھال اتار لیں اور اگر اونٹ گائے یا بھینس کی قربانی ہو اور اس میں سات حصہ دار شریک ہوں تو ذبح کے بعد دعا پڑھتے وقت ''منی'' کے بجائے شرکاء کے نام بھی لینے چاہیے۔

گوشت اور کھال

1) اگر جانور مشترک ہو تو گوشت کو تول کر تقسیم کیا جائے۔ اٹکل سے تقسیم نہ کرنا چاہیے۔ پھر اپنے حصہ کے تین حصہ کر کے ایک حصہ فقیروں کو دے دیں اور ایک حصہ دوستوں اور عزیزوں کو ایک اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھ دیں۔

2) اگر کسی شخص نے منت کی قربانی کی ہو تو کُل گوشت صدقہ کر دینا چاہیے اس گوشت کو نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ اغنیا کو تقسیم کرنا۔

3) قربانی کے جانور کا چمڑا، جھول، رسی وغیرہ سب صدقہ کر دینا چاہیے لیکن چمڑے کو استعمال میں لانا جائز ہے۔ چمڑے کو فروخت کر کے اس کی قیمت فقرا کو صدقہ دے دینی چاہیے۔

4) قربانی کی کھالیں دینی مدرسوں، یتیم خانوں، امداد بیوگان اور دیگر ادارہ ہائے رفاہ عامہ میں دینا جائز ہے۔

5) قصاب کو مزدوری کے عوض قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔

6) ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کتروانا مکروہ ہے۔ اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو اس کو فوراً خیرات کر دینا چاہیے۔

7) قربانی کے جانور پر سوار ہونا، بار لادنا یا کرایہ پر دینا ناجائز ہے۔

8) قربانی کی کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں، خیرات ہی کرنا اچھا ہے۔

9) کسی شخص پر قربانی واجب نہیں تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

10) اگر کسی میت کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کی جائے تو اس کا گوشت خود کھانا کھلانا، تقسیم کرنا جائز ہے۔

11) جن لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے ان کو قربانی کی کھال یا اس کی قیمت دینا جائز ہے۔

حضور ہادئ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجۃ الوداع

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

حضور محسن انسانیت، ہادی عالم، پیغمبر امن و رحمت حضرت محمد ﷺ نے دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ کا عظیم فریضہ اس طرح ادا فرمایا کہ ایک ایک حکمِ ربانی کو بتمام وکمال اپنے عملِ مبارک سے واضح فرما دیا۔ جس طرح باقی احکام کی آپ ﷺ نے عملی تعلیم دی اسی طرح رکنِ اسلام حج کی تعلیم کا بھی آپ نے عملی اہتمام فرمایا۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ بعثت مبارکہ کے بعد آپ ﷺ نے چار عمرے اور ایک حج ادا فرمایا اور یہی حج آپ کا پہلا اور آخری حج ٹھہرا۔ اس حج کے دوران مختلف مواقع پر آپ نے بتا دیا کہ اس کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ سے ملاقات نہیں کر سکیں گے یہ آخری ملاقات ہوگی، آخری حج ہوگا، چونکہ اس حج میں آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کو الوداع کہا اس لیے اس حج مبارک کو ''حجۃ الوداع'' کہا جاتا ہے اور اس دوران قدم قدم، لحہ بہ لحہ آپ ﷺ نے اپنے غلاموں کو مناسک حج اور دینِ اسلام کی تعلیم دی اس لیے اسے ''حجۃ الاسلام'' کہتے ہیں۔ اسی حج کو ''حجۃ التمام والاکمال'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی وہ آیت مبارکہ نازل فرمائی جس میں دین کی تکمیل کا تذکرہ ہے:

''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا''

(المائدۃ 3:5)

حضور ہادئ عالم ﷺ اپنے ربّ کریم کی عطا سے جان چکے تھے کہ یہ آپ کا آخری حج ہوگا اس لیے آپ ﷺ نے اس کا بطورِ خاص اہتمام فرمایا۔ دُور و نزدیک کے تمام قبائل عرب میں منادی کر دی گئی کہ اس سال معلم کامل مرشدِ اکمل ﷺ بنفس نفیس حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جائیں گے اس لیے جس جس سے ہوسکتا ہے وہ اس سفر نور وسرور میں شرکت کی سعادت حاصل کرے۔ جیسے جیسے اور جہاں جہاں یہ خبر پہنچتی گئی عشاقِ رسول ﷺ کے لیے باعث تسکین جاں بنتی گئی۔ اہل محبت کے قافلے جذب و شوق میں ڈوبے ہوئے کشاں کشاں جوق در جوق شہرِ شاہِ خوباں مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ منورہ کے اردگرد قافلوں کی آمد سے خیموں کا ایک شہر شوق آباد ہوگیا۔ یہ سب وہ لوگ تھے جن کے مقدر کا ستارہ اپنے عروج پر تھا۔ جنہیں زندگی بھر کی عظیم نعمت وسعادت میسر آنے والی تھی۔ ان کی مسرت و شادمانی کی کوئی حد نہیں تھی کہ انہیں اپنے آقا و مولا، ہادی و رہبر ﷺ کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہونے والی تھی۔ اس لحاظ سے بھی یہ قافلۂ حجاج ممتاز و منفرد تھا کہ انسانی قافلوں میں یہ آخری کارواں تھا جسے اللہ ربّ العزت کے آخری رسول گرامی حضور خاتم النبیین ﷺ کی قیادت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ جلیل وجمیل میں حاضری کا شرف ملنے والا تھا۔ شرفِ صحابیت سے وہ پہلے ہی بہرہ مند تھے اور اب ایک اور نسبتِ عالی سے ارجمند ہونے والے تھے۔ کیا سماں ہوگا اور کیا کیفیت ہوگی جب خالق کائنات ومعبود حقیقی کے مخلص و عاجز بندے اس کے چنیدہ رسول اور عبد کامل کی سربراہی میں عجز و نیاز اور محبت و وارفتگی کی سوغات لیے کعبۃ اللہ کی حاضری کے لیے بے تابانہ چل رہے ہوں گے۔

محبتوں، عقیدتوں اور وارفتگیوں کی روشنیوں میں نکھرے ہوئے اس نوری ماحول میں معلم اکبر و ہادی اعظم ﷺ نے ہجرت کے دسویں سال ذیقعد کی پچیس تاریخ کو نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرمائی اور پھر اس آخری حج کے سفرِ جذب وشوق کا آغاز فرمایا۔ عجز و نیاز وشوق میں ڈھلا ہوا ہجوم عاشقاں مرکزِ مہر ومحبت ﷺ کے جلو میں اس طرح چل رہا تھا جیسے آسمان کے ستارے ماہتاب عالمتاب کے پیچھے پیچھے خرامِ ناز کر رہے ہوں۔ اس میں شک بھی کیا تھا کہ یہ اصحابِ رسول ﷺ کی وہ جماعت تھی جس کے ایک ایک فرد کو زبانِ نبوت سے آسمان ہدایت کا درخشندہ ستارہ ہونے کا لقب مل چکا تھا۔ یہ کاروانِ ہدایت وقافلۂ قدسیاں مدینہ منورہ سے پانچ چھ میل دور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر رک گیا کہ یہ مقام اہل مدینہ کے لیے میقات ہے۔ حج یا عمرہ پر جانے والے مدنی مسافروں کے لیے لازم ہے کہ کعبۃ اللہ کی زیارت کے لیے اس مقام سے آگے بڑھنے سے پہلے احرام باندھ لیں۔ حضور رحمت دو عالم ﷺ نے عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا فرمائیں۔ رات بسر فرمائی اور اگلے روز نماز ظہر سے پہلے احرام کے لیے غسل فرمایا، سر مبارک میں تیل لگایا، موئے مبارک سنوارے، خوشبو لگائی اور پھر دو چادریں زیبِ تن فرمائیں۔ دو رکعت نماز ظہر ادا فرمائی اور پھر اس مقام ذوالحلیفہ پہ جسے آج کل ''ابیارِ علی'' کہا جاتا ہے آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا۔ پھر ان وجد آور مبارک لفظوں میں اپنے خالق ومالک کی بارگاہ میں خود سپردگی اور نیاز مندی کا اظہار کیا کہ گویا پوری کائنات آپ کے ساتھ ہم آواز ہوگئی۔ یہی الفاظ حاجیوں کے لیے تلبیہ قرار پائے۔ زبان نبوت سے یہ بابرکت الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ قدسی ماحول میں حُبِ خدا کا نور بکھر رہا تھا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ان لفظوں کو قلب و روح میں بسانے کے بعد ساتھ ساتھ دھراتے جا رہے تھے:

لبیک اللھم لبیک
لبیک لا شریک لک لبیک
ان الحمد والنعمۃ لک والملک
لا شریک لک

''حاضر ہوں میں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں اور ساری نعمتیں تُو نے عطا فرمائی ہیں، سارے ملکوں کا تُو بادشاہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں''۔

معبود مطلق جل جلالہ کی بارگاہ صمدیت میں وارفتگی و

خودسپردگی کے اس اقرارِ محبت کے بعد آپ ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے پھر یہی آوازۂ محبت اور عہدِ وفا بلند کیا۔ تاکہ سب جاں نثار سن لیں اور یاد کرلیں، ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ کی پیروی میں سب کے سب عشاق یہی نغمۂ توحید دہرانے لگے۔ یوں اربابِ اخلاص ووفا کا یہ قافلۂ شوق عبدِ کامل واکمل اور محبوبِ ربِ اکبر ﷺ کی قیادت میں خالقِ حقیقی اور معبودِ مطلق جل جلالہ کی رضا کے لیے مکۃ المکرمہ کی جانب روانہ ہوا، منزلیں سر ہونے لگیں، فاصلے مٹنے لگے، راستے خالق ومخلوق کے محبوب اکرم رسول اعظم ﷺ کے قدموں میں بچھ بچھ کر سمٹنے لگے۔ دشت وجبل ہادیٔ عالم ﷺ اور ان کے جاں نثاروں کی توحیدی صداؤں سے گونجنے لگے۔ مختلف پہاڑی ٹیلوں پر چڑھتے ہوئے بلندیوں سے اترتے ہوئے ہر بدلتی حالت میں یہ قافلۂ عشاق تلبیہ پڑھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کا اور اپنا سامان ایک ہی اونٹ پہ لاد کر اپنے ایک غلام کے سپرد کیا اور اسے مقام ''عرج'' پہ ملنے کے لیے کہا۔ جب مقام عرج پہ پڑاؤ ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ مگر وہ آیا تو بغیر اونٹ کے آیا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اونٹ تو بمعہ سامان کے کہیں راستے ہی میں گم گیا ہے۔ اس پر کشتۂ عشق رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا کہ اس غلام نے بے پروائی سے رسول رحمت ﷺ کا سامان گم کردیا ہے۔ وہ اس غلام پر غضبناک ہوئے اور اسے مارنے کے لیے دوڑے۔ رسول کریم ﷺ یہ منظر دیکھ کر تبسم فرمانے لگے۔ زبانِ وحی ترجمان سے لطافت کے پھول جھڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذرا اس مُحرِم کو دیکھو، حالتِ احرام میں کیا کررہا ہے۔۔۔۔!!!''

ایک اور جاں نثار صحابی حضرت فضالہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے میٹھے کھانے کا ایک پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ہادیٔ عالم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی بلاکر شریک طعام کیا اور ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بہت ہی اچھا کھانا بھیج دیا ہے، غلام کو چھوڑو اور نرمی اختیار کرو کیونکہ حالات نہ تمہارے بس میں ہیں نہ ہمارے بس میں''۔ گویا مشیت ایزدی پر صبر اور تسلیم ورضا کا سبق دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہی گم شدہ اونٹ بمعہ سامان لے کر حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ یہ اونٹ پیچھے رہ گیا تھا، میں اسے پکڑ لایا ہوں۔ اسی وقت حضرت سعد بن عبادہ اور ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہما نے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سامان سے لدا ہوا اونٹ پیش کیا۔ حضور محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا اونٹ مل گیا ہے تم اپنا سامان اپنے پاس رکھو''۔ انہوں نے اصرار کیا تو فرمایا اللہ تمہیں برکت دے ہم جس دن سے مدینہ آئے ہیں تمہارے ہی مہمان ہیں۔ پیکرِ ایثار ووفا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر احسان ہے۔ ہمارے مال میں سے جو آپ قبول فرمالیں وہ ہمارے لیے زیادہ محبوب ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابی کے جواب کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''اللہ نے تمہیں اخلاق اچھے دیے ہیں، یہ اس کی دین ہے جسے چاہے دے''۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے فرزند نے حضور ہادیٔ عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اسلام لانے سے قبل بھی ہمارا قبیلہ میزبانی میں سب سے آگے تھا۔ حضور حکیم انسانیت ﷺ نے فرزندِ سعد کے جواب میں ایسا حکیمانہ جملہ ارشاد فرمایا کہ صرف اپنوں کی خوبیاں اور غیروں کے عیب دیکھنے والے دنیا بھر کے انسانوں کے اذہان وقلوب میں روشنیاں بھر دیں اور بتادیا کہ شخصی اوصاف کہیں بھی ہوں کسی میں بھی ان کا اعتراف ہی دینِ فطرت اسلام کی تعلیم ہے۔ دینِ عدل، دینِ دانش وحکمت، دینِ فطرت کے معلم وشارح حضور ہادیٔ عالم، حکیم انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسلام سونے چاندی کی کان کی مانند ہے۔
زمانہ جاہلیت کا صاحبِ شرف اسلام میں بھی
صاحبِ شرف ہے بشرطیکہ صاحبِ عقل ہو''۔

اگرچہ یہ سفرِ شوق حضور ہادیٔ عالم محبوبِ خلائق ﷺ کے ذریعے پانچویں رکن اسلام ''حج'' کے احکام وارکان کی توضیح وتشریح اور تعلیم وتربیت کے لیے ہورہا تھا تاہم حضور مربیٔ انسانیت ﷺ کی ہدایت بخش، کردار ساز حیات کا ہر ایک لمحہ پیغمبرانہ حکمتیں عطا فرمارہا تھا۔ انسانی مزاجوں، بشری تقاضوں اور شخصی رویوں کی نفسیاتی گرہیں کھول کر انہیں عظمتِ انسانی سے آشنا کررہا تھا۔ غلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اونٹ کے گم جانے، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں غصے کے ابھرنے، جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے جذبۂ ایثار اور ان کے بیٹے کے جذبۂ اظہار تفاخر کے جواب میں حضور مربیٔ انسانیت پیغمبر اسلام ﷺ نے جو ارشادات فرمائے وہ اپنے اندر تعمیر شخصیت اور تسکین کردار اور اصلاح اخلاق کی بے شمار حکمتیں رکھتے ہیں۔

ایک لاکھ سے زیادہ انسانی نفوس پر مشتمل صحابۂ کرام، مسافرانِ حرم کا یہ قدسی خصائل اجتماع گویا ایک خوبصورت متحرک سفری تربیت گاہ (Mobile Training Camp) تھا جس میں حضور ہادیٔ عالم ﷺ قدم قدم پر اپنے غلاموں کی تربیت فرمارہے تھے۔ چلتے ہوئے، رکتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے، اٹھتے ہوئے ہر ہر حال میں اپنے غلاموں کی اصلاح اور تربیت فرمارہے تھے۔ دورانِ سفر ایک بوڑھے عازم حج کو بمشکل پیدل چلتے ہوئے دیکھا تو استفسار فرمایا کہ یہ سواری پر سوار کیوں نہیں ہوجاتا؟۔۔۔ عرض کیا گیا کہ اس نے پاپیادہ حج کی قسم کھائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اسے کہو کہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے، سوار ہوجائے اور قسم کا کفارہ ادا کردے۔ مقام ابواء پر ایک جاں نثار نے گورخر کا گوشت پیش کیا تو احرام میں ہونے کی وجہ سے نہ کھایا۔ دورانِ سفر ایک مقام ''لحی جمل'' پہ ایک روایت کے مطابق پچھنے لگوا کر تعلیم دی کہ دورانِ سفرِ حج علاج کے لیے خون نکلوانے سے احرام پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

غرض انسانی مزاجوں کو اخلاقِ عالیہ کے حسین پیکروں میں ڈھالتا ہوا یہ موبائل تربیتی کیمپ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ ''ابطح'' کے مقام پر جب پڑاؤ ہوا تو شاہِ خوباں، سرورِ محبوباں، معلم انس وجاں حضور ہادیٔ عالم ﷺ کے آرام کے لیے سُرخ چمڑے کا خیمہ نصب کیا گیا۔ اسی مقام پہ اصحاب نبی، عشاق رسول ﷺ کی طرف سے حُبِ رسول ﷺ کے ایسے والہانہ مظاہر دیکھنے میں آئے کہ تاریخ انسانیت کسی بھی راہبر، کسی بھی قائد اور کسی بھی محبوب کے پیروکاروں، جاں نثاروں اور دل گرفتہ عاشقوں کی طرف سے ایسی نظر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہوا یوں کہ مؤذن دربار رسالت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور محبوبِ خالق وخلائق ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر خیمہ مبارک سے باہر نکلے تو عشاق بابرکت سوغات محبت کو لینے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ جس کو جتنا یہ مبارک غسالہ ملا، اسے لے کر اپنے چہرے، اپنی آنکھوں اور اپنے سینے سے ملنے لگا۔ جس کے حصے میں وہ مبارک ومسعود آبِ رحمت نہ آسکا وہ ہر اس دوسرے صحابی کے گیلے ہاتھ کو مس کرکے

اپنی آنکھوں سے لگانے لگا کہ جس کو نسبتِ نبوی والی بابرکت تری میسر آ چکی تھی۔ ظاہر ہے یہ فقید المثال مظاہرہ ہائے محبت جناب رسالتمآب حضور شارع علیہ السلام نے ملاحظہ فرمائے اور منع نہ فرمایا، گویا آپ نے قیامت تک آنے والے اپنے غلاموں کو سبق دے دیا کہ اپنے نبی کو محبوبِ جاں بنا کر لامحدود محبت کرنا ہی تمہارے ایمان کی معراج ہے۔ اسی مقام پر امت کو دورانِ نماز نمازی کے آگے سترہ گاڑنے کی تعلیم عطا ہوئی۔ جب رسول اکرم ﷺ نے ظہر اور عصر کی قصر نمازیں پڑھائیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک نیزہ سُترہ کے طور پر آپ کے سامنے نصب کر دیا اور لوگ ضرورتاً آپ کے آگے سے گزرتے رہے۔ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو رہنمائی مل گئی کہ بغیر سترہ کے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہیں گزرنا چاہیے۔

مقام ابطح سے روانہ ہوئے تو مکہ مکرمہ سے پہلے آخری پڑاؤ مقام ذی طویٰ پر تھا۔ رات آپ یہیں قیام فرما ہوئے۔ صبح اٹھ کر غسل فرمایا، نماز فجر ادا کی اور پھر منزل محبت مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اتوار کا دن اور ذوالحجہ کی 4 تاریخ تھی۔ بعض روایات کے مطابق اگر تاریخ 5 ذوالحج مان لی جائے تو پھر منزلِ مراد کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کا دن پیر بنتا ہے، بہرکیف آپ ''ثنیۃ العلیا''، جسے ''ثنیۃ کدا'' اور ''مجون'' بھی کہا جاتا تھا، اس طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور حرم پاک کے سامنے تشریف لائے۔ چاشت کے وقت باب عبد مناف یا باب بنی شیبہ سے مسجد حرم میں داخل ہوئے۔ آج کل اسی دروازے کو ''باب السلام'' کہا جاتا ہے۔ دروازے کے باہر ایک کھلا میدان ہے جس کے سامنے سڑک کے پار وہ عظیم جگہ ہے جسے مولد النبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (فقیر نے کئی بار اس عرش آستاں مبارک و مسعود عمارت کی زیارت کی ہے اور باب السلام میں سے حرم پاک میں داخل ہونے کی سعادت پائی ہے) مسجد حرام میں داخل ہوئے تو دو رکعت تحیۃ المسجد کی نفل نماز ادا نہ فرمائی بلکہ سیدھے طواف کے لیے تشریف لے گئے کہ کعبۃ اللہ کا تحیۃ نفل نماز کی بجائے طواف ہے۔ جیسے ہی محبوب خدا علیہ التحیہ والثناء کی نگاہ خانۂ خدا پر پڑی اپنے خالق و مالک سے محبت دعا کے الفاظ میں ڈھل کر لب ہائے نور پہ مچلنے لگی۔ آپ بارگاہِ صمدیت میں عرض کرنے لگے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيفاً وَّتَعْظِيماً وَّ مَهَابَةً

''اے اللہ! اپنے گھر کے شرف کو، اس کی عظمت کو اور اس کی ہیبت کو اور زیادہ بڑھا''۔ (ضیاء النبی)

ایک روایت میں یوں ہے رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے''۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تشريفاً وتعظيماً و مهابةً وَبِراً وَ زِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَكَرَمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَ تَشْرِيفاً وَّتَكْرِيماً وَّتَعْظِيماً وَبِراً

''اے اللہ! اس گھر کی عزت و عظمت اور ہیبت و خیر کو روز افزوں فرما اور اس کا حج یا عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی عزت و تعظیم کرتے ہیں ان کے مرتبے، عزت و عظمت اور خیر میں اضافہ فرما''۔ (سیرۃ حلبیہ)

طواف کی ابتداء آپ ﷺ نے حجر اسود سے فرمائی۔ آپ پر گریہ طاری تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گر رہی تھیں، لبوں پہ دعائیں تھیں۔ پہلے تین چکر رمل کے ساتھ یعنی چھاتی تان کر جوش وجذبے کے ساتھ کیے اور باقی چار چکر معمول کی رفتار سے کیے۔ سات چکر پورے ہونے پر آپ نے حجر اسود کو چوما اور اپنے دونوں ہاتھ اس پر رکھے اور پھر دستانِ کرم کو چہرہ مبارک پر پھیر لیا۔ دورانِ طواف حجر اسود کو چومنے کے حوالے سے بھی آپ نے مختلف سنتیں حکمتاً جاری فرمائیں تاکہ جس کے لیے جو ممکن ہو ویسے ہی ادا کر لے۔ کبھی آپ نے لب ہائے مقدس سے حجر اسود کو چوما، کبھی ہاتھ سے چھوا اور اپنے ہاتھ کو چوما اور کبھی لکڑی کے محجن نامی عصا سے حجر اسود کی طرف دور سے اشارہ کیا اور اسی کو چوم لیا۔ اس میں بھی حکمت تھی، جب طواف کرنے والوں کی بھیڑ ہو جائے تو دھکم پیل نہ کریں۔ بلکہ آسانی سے جس سنت پر ہو سکے عمل کر لیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت آپ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے اور رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھتے۔ رکن یمانی کو صرف چھوتے اس کا بوسہ نہ لیتے اور فرماتے کہ رکن یمانی پر ستر (70) فرشتے ہیں جو اس دعا پر آمین کہتے ہیں:

اللهم انی اسئلک العفو والعافية فی الدنيا والاخرة

ربنا اتنا فی الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

دورانِ طواف بھی لوگوں کی ضرورت کے مطابق انہیں تعلیم دیتے رہے۔ دورانِ طواف ایک شخص کو رسی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باندھے ہوئے دیکھا تو رسی کو کاٹ دیا اور اسے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے بس پکڑ لینے کا حکم دیا، گویا تصنع، تکلف اور تقشّف سے باز رہنے کی تعلیم دی۔

ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، طواف کرنا مشکل لگا تو انہیں سوار ہو کر طواف کی اجازت عطا فرما کر قیامت تک آنے والے مریضوں کے لیے آسانی فرما دی۔ ہجوم کے وقت لوگوں کی نفسیاتی اور جذباتی کیفیت کو ضبط میں رکھنے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے حاجیوں کی رہنمائی فرما دی، فرمایا:

''اے عمر! تم ایک طاقتور آدمی ہو اس لیے حجر اسود کے پاس زور آزمائی نہ کرنا جس سے کمزوروں کو تکلیف ہو، اگر تم دیکھو کہ حجر اسود کے پاس جگہ خالی ہے تو اسے چھو لو ورنہ ادھر رخ کر کے تکبیر اور تہلیل کہہ لیا کرو''۔

اپنے غلاموں کی تربیت فرماتے ہوئے آپ نے طواف مکمل فرمایا۔

حضور ہادئ عالم ﷺ نے طواف کے بعد مقامِ ابراہیم پہ دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر واپس حجر اسود کی طرف تشریف لائے۔ اسے بوسہ دیا اور پھر صفا کا رخ فرمایا۔ قریب پہنچے تو یہ آیت مبارک آپ کے لب ہائے نور پہ جاری تھی۔ ماحول میں روشنیاں اور خوشبوئیں بکھر رہی تھیں:

''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ''

(البقرہ 2:158)

''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں، پس جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے تو کچھ حرج نہیں اسے کہ چکر لگائے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے

نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ بڑا قدردان اور خوب جاننے والا ہے"۔

پھر حضور ﷺ کوہ صفا پر چڑھ کر قبلہ رو ہوئے اور کعبۃ اللہ کو دیکھتے ہوئے یہ کلمات ادا فرمائے:

اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر

اللہ ربّ العزت کی حمد وثنا کے بعد دعا فرمائی اور پھر اللہ رب العلیٰ جل شانہ کی توحید کا اعلان فرمایا:

لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وحزم الاحزاب وحدہ

"کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے عبد خاص کی مدد فرمائی اور کفار ومشرکین کے لشکروں کو اکیلے ہی بھگا دیا"۔

صفا سے مروہ اور مروہ سے پھر صفا۔ آپ ﷺ نے سات چکروں میں سعی مکمل فرمائی۔ سعی فرماتے ہوئے وادی کی گہرائی کو آپ نے دوڑ کر عبور کیا۔ آج کل وہاں سبز نشان لگا دیے گئے ہیں جن کے درمیان سعی کرنے والے دوڑتے ہیں۔ آپ نے کچھ چکر پیدل چل کر اور کچھ سوار ہو کر سعی فرمائی۔ سعی کی تکمیل مروہ پر فرمائی اور پھر کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے اللہ کی حمد وثنا فرمائی اور پھر دعا کرنے لگے، بس اس کے ساتھ ہی عمرہ پورا ہو گیا۔ جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے انہیں آپ نے حلق یا قصر کے بعد احرام کھولنے کا حکم فرمایا اور خود نہ حلق کرایا نہ احرام کھولا کیونکہ آپ حج قران فرما رہے تھے اور آپ نے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ ہی احرام باندھا تھا۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا حج کے دنوں میں عمرے کی اجازت اسی سال کے لیے خاص ہے یا بعد میں بھی ہمیشہ کے لیے۔ حضور ہادیٔ عالم ﷺ کی رحمت جوش میں آئی آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں اور پھر ارشاد فرمایا: "حج اور عمرہ ہمیشہ کے لیے اس طرح آپس میں مل گئے ہیں جس طرح میری یہ انگلیاں۔۔۔" اسی اثناء میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم یمن سے حاضر بارگاہ ہوئے، سو اونٹ ان کے ساتھ تھے۔ وہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ پر آئے تو انہیں احرام کے بغیر دیکھ کر تعجب فرمایا اور پوچھنے لگے کہ آپ کو کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میرے ابا جان نے۔۔۔" حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خاموش ہو گئے مگر تصدیق کے لیے حضور ہادیٔ عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا فاطمہ سچ کہتی ہے۔ سچ کہتی ہے۔ جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں انہیں میں نے احرام کھولنے کا کہا ہے، پھر رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے تم نے نیت کیا کی تھی۔ انہوں نے کہا میں نے تو یہی کہا تھا کہ اے اللہ! میں وہی نیت کرتا ہوں جو تیرے رسول ﷺ نے کی ہے۔ اس پر حضور ہادیٔ عالم ﷺ نے فرمایا: "بس پھر تم بھی میری طرح احرام باندھے رکھو"۔

آٹھ ذوالحجہ کو حضور ہادیٔ عالم ﷺ مکہ سے چل کر منیٰ میں تشریف فرما ہوئے۔ آٹھ تاریخ کی ظہر، عصر، مغرب عشا اور اگلے روز نویں ذوالحج کی فجر کی نماز آپ نے منیٰ ہی میں ادا فرمائی۔ طلوع آفتاب کے بعد میدانِ عرفات میں تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد نمرہ کے پاس آپ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا وہیں پہ آپ نے قیام فرمایا۔ سورج ڈھلنے لگا تو آپ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور پھر تاریخ انسانی کا وہ عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس کی مثال خطباء وفصحاء تا قیامت نہ لا سکیں گے۔ یہ خطبہ کیا تھا گویا پورے کے پورے دین اسلام کا خلاصہ تھا، جس کے لفظ لفظ اور جملے جملے میں فصاحت وبلاغت، دانش وحکمت اور علم وعرفان کے سمندر موجزن تھے۔ یہی وہ خطبہ تھا جس میں حضور ہادیٔ عالم رحمت کونین ﷺ نے انسانوں کو انسانیت کے شعور سے آشنا کیا، ظلم، تعصب، جہالت اور حق تلفی میں ڈوبے ہوئے معاشروں کے لیے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے انسان کو انسانی حقوق کی اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ آج کے یو این (U.N) کے انسانی حقوق کے چارٹر کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ صدیوں کے ذہنی وفکری اور علمی وتہذیبی ارتقاء کے باوجود قافلۂ انسانیت حضور محسنِ انسانیت ﷺ کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکا ہے۔

اب ذرا لفظ لفظ اس تاریخ ساز خطبے کے مندرجات ملاحظہ کریں۔ آپ محسوس کریں گے کہ اثر آفرینی اور معانی خیزی کی ایک آبشار آپ کے دل پر گر رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہاری باتیں اور تمہارے اموال تم پر عزت وحرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو، یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ بے شک تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ سنو! اللہ کا پیغام میں نے پہنچا دیا۔ جس شخص کے پاس امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لیے اصل زر ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ جس ربا کو میں سب سے پہلے کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس لیے تم چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔۔۔ پھر فرمایا: جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) ان میں جنگ وجدل جائز نہیں۔ کفار اپنی اغراض کے لیے ان مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں۔ تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو

اپنی خواہش سے دُور کر دو اور انہیں تم بطور سزا مار سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو اور اگر وہ باز آ جائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد و نوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔ بے شک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔

اے لوگو!

میری بات غور سے سنو!

اور اس کو سمجھو!

تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے۔ پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

خطبۂ عظیمہ کے اختتام پر حضور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، انہوں نے اذان و اقامت کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ قرأت کے ساتھ دو رکعت نماز ظہر پڑھائی پھر دوبارہ اقامت کہی گئی اور آپ نے دو رکعت نماز عصر قصر پڑھائی۔ گویا یہ نمازوں میں جمع تقدیم تھی۔ جمعہ کا دن تھا مگر آپ نے نماز جمعہ نہ پڑھائی کیونکہ آپ مسافر تھے اور مسافر پہ جمعہ نہیں ہوتا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ اونٹنی پر سوار ہو کر موقف پر تشریف لائے اور غروبِ آفتاب تک مصروف دعا رہے۔ ایک دعا یہ نقل کی گئی ہے:

"اے اللہ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں اس طرح جس طرح ہم تیری حمد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہتر۔ اے اللہ! میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت صرف تیرے لیے ہے۔ میرا لوٹنا بھی تیری طرف ہے اور میری میراث بھی تیرے لیے ہے"۔

اے اللہ! میں عذاب قبر سے، سینہ میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے اور کسی مقصد کے منتشر ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میں ہر اُس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا سبب ہوا ہو اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو رات میں داخل ہو اور ہر اُس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو دن میں داخل ہو، نیز زمانہ کی تباہ کاریوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دعا اس طرح منقول ہے:

"اے اللہ تو میری گفتگو کو سنتا ہے، میری قیام گاہ کو دیکھتا ہے۔ میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ میرے حالات میں سے کوئی چیز تجھ پر مخفی نہیں۔ میں غمزدہ اور فقیر ہوں۔ میں تیری جناب میں فریاد کرنے والا ہوں، پناہ مانگنے والا ہوں، ڈرنے والا، خوفزدہ اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرنے والا ہوں، میں تجھ سے ایک مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور ایک گنہ گار، ضعیف اور کمزور عاجز کی طرح عاجزی کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ایک ڈرنے والا نابینا دعا مانگتا ہے، جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی ہے، جس کے آنسو تیرے خوف سے بہہ رہے ہیں، جس کا جسم عاجز ہے، جس کی ناک تیرے حضور خاک آلود ہے۔ اے میرے اللہ! مجھے شقی نہ بنانا اور میری دعا قبول فرمانا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے اُن سب سے بہتر جن سے مانگا جاتا ہے اور ان سب سے بہتر جو عطا کرتے ہیں"۔

قارئین!

یہ دعا پڑھتے ہوئے آپ کو ایسے محسوس نہیں ہوتا کہ آپ نے اللہ ربّ العزت کی بارگاہِ جلال میں دعا کے قرینے اور سلیقے سکھا دیے ہیں بلکہ قیامت تک آنے والے اپنے ایک غلام کی تمناؤں، آرزوؤں، پریشانیوں، ندامتوں، کلفتوں، تڑپنوں اور دھڑکنوں کو دعاؤں کے حسین الفاظ عطا کر دیے ہیں۔ ایک دعا جو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے وہ بھی نورٌ علیٰ نور ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ سارے ملک ساری تعریفیں اُسی کے لیے ہیں، ساری بھلائیاں اس کے دستِ قدرت میں ہیں۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میرے سینے میں نُور کر دے، میرے کانوں میں نُور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے۔

اے اللہ! میرے سینے کو اپنے لیے کھول دے۔ میرے لیے میرے ہر کام کو آسان فرما۔ میں سینہ کے وسوسوں سے، حالات کے پراگندہ ہونے سے اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! جو فتنہ رات میں داخل ہوتا ہے اور جو فتنہ دن میں داخل ہوتا ہے، اس کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے جس کے ساتھ ہوائیں چلتی ہیں اور زمانہ کی ہلاکت انگیزیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

قارئین!

یہی وہ موقعہ اور مقام تھا جب قرآن حکیم کی یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً

(المائدہ:3)

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا"۔

مزاج شناس رسول، واقف اسرار نبی، پروانۂ شمع رسالت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ آیت سن کر رونے لگے۔ انہیں محسوس ہو گیا کہ جب دین مکمل ہو گیا، نعمت الٰہی اتمام کو پہنچ گئی تو اس کا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ یقیناً یہ فہم و فراست صدیقی بھی حضور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حد درجہ کی صحبت و معیت اور گہری محبت کا ثمرہ تھی۔

یوم عرفہ سارا دن غروب آفتاب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت اور تمام انسانوں کے لیے بارگاہ الوہیت میں دعائیں کرتے ہوئے گزارا۔ سورج غروب ہو گیا، نماز مغرب کا وقت ہو گیا مگر آپ مغرب ادا کیے بغیر وہاں سے اپنی ناقہ پہ سوار ہو کر مزدلفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سواری پہ آپ کے

ردیف تھے۔ وہ بار بار لوگوں کو اطمینان سے چلنے کی تلقین کر رہے تھے۔ حضور ہادیٔ عالم ﷺ اور آپ کے جاں نثار خدام چڑھائیاں چڑھتے اور نشیب پہ اترتے تلبیہ پڑھتے ہوئے جب مزدلفہ پہنچے تو عشاء کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ یہاں پہ آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ گویا یہ جمع تاخیر تھی۔ جس میں مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھا گیا۔ رات میں مزدلفہ ہی میں آرام فرمایا۔ طلوع فجر کے ساتھ اول وقت میں نماز فجر ادا کی اور پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام تشریف لائے۔ یہاں قبلہ رو ہو کر ذکر اذکار اور دعا و مناجات میں مصروف رہے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے کنکریاں اکٹھی کیں۔ منیٰ کی طرف آتے ہوئے جب بطن محسّر کے پاس پہنچے تو تیزی سے گزر گئے کیونکہ یہی وہ وادی ہے جہاں ابرہہ کے ہاتھیوں پر ابابیلوں نے کنکریاں برسائیں تھیں۔ یہاں سے بہ سرعت گزرتے ہوئے حضور ﷺ سیدھے رمی جمار کے لیے تشریف لے گئے۔ جمرہ اولیٰ یا جمرہ عقبہ پر رمی فرماتے ہی آپ نے تلبیہ کہنا ختم فرما دیا۔ رمی کے بعد آپ منیٰ تشریف لائے۔ مہاجرین کو دائیں طرف، انصار کو بائیں طرف اور باقی سب لوگوں کو ان کے پیچھے بیٹھنے کا حکم فرمایا پھر آپ نے بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ عصر حاضر کے معروف سیرت نگار حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی آواز میں وہ قوت پیدا کر دی تھی کہ لوگ منیٰ کے وسیع و عریض میدان میں جہاں کہیں بھی تھے حتیٰ کہ جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے تھے وہ بھی اللہ کے محبوب کی آواز سن رہے تھے۔

یہ خطبہ حضور ہادیٔ عالم ﷺ نے اپنی ''عضباء'' نامی ناقہ پر سوار ہو کر ارشاد فرمایا۔

آپ نے حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

''حاضرین میری بات توجہ سے سنو! زمانہ گردش کرتے ہوئے اس حالت پہ پہنچ گیا ہے جب اس کا آغاز ہوا۔ جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین لگاتار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ آج کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے، ہمیں گمان ہوا کہ شاید آپ اس دن کا نام بدلنا چاہ رہے ہیں۔ مگر آپ نے پوچھا کیا یہ یوم النحر نہیں؟ ہم سب نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا: آج کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ ہمیں خیال ہوا کہ شاید آپ اس کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ شہر مکہ نہیں؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر ہادیٔ عالم ﷺ نے فرمایا: تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح آج کا دن، آج کا مہینہ اور آج کا شہر عزت و حرمت والا ہے۔ عنقریب تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے پوچھے گا۔ کان کھول کر سنو! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ غور سے سنو! جو یہاں موجود ہیں میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، شاید جس کو تم میرا یہ پیغام پہنچاؤ، وہ تم سے زیادہ سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو۔ پھر فرمایا: بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ ہم سب نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک! پھر حضور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کرنے لگے:

اے میرے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

دسویں ذوالحجہ کے اس عظیم الشان خطبہ جلیلہ کے بعد آپ منیٰ میں اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ اب اس کا نام منحر النبی ﷺ ہے۔ حضور ہادیٔ عالم ﷺ قربانی کے لیے سو اونٹ لائے تھے۔ تریسٹھ اونٹ آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے خود ذبح فرمائے اور 37 حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذبح فرمائے۔ یہاں بھی اربابِ سر نے ایک دل خوش کن وجد آفرین واقعہ رقم کیا ہے۔ قربانی کے اونٹ جب پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولیوں میں ذبح کے لیے لائے جا رہے تھے تو انہیں کھینچنا نہیں پڑتا تھا بلکہ وہ اپنے آپ دیوانہ وار حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر قربان ہونے کے لیے گردنیں جھکا دیتے تھے۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت شعر شاید اسی واقعہ کی منظر کشی کرتا ہے:

ہمہ آهوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

قربانی کے بعد آپ نے حلق کروایا۔ یہ سعادت حضرت معمر بن عبداللہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ جب وہ بال اتار رہے تھے تو دیگر صحابہ کرام دائرہ بنا کر چاروں طرف دید و طلب کے کشکول پھیلائے کھڑے تھے۔ آپ نے اُن کی تمنا پوری کرتے ہوئے ایک طرف کے موہائے مبارک ام سلیم رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائے اور دوسری طرف کے مبارک بال ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے کہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرما دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پیشانی مبارک کے بالوں کی خواہش کی تو انہیں وہی عطا کر دیے جو انہوں نے اپنی ٹوپی میں سی لیے اور ساری عمر اس ٹوپی کی حفاظت کی اور یقین رکھا کہ ان موہائے مبارک کی برکت سے اللہ کریم انہیں ہر معرکے میں کامیاب فرماتا ہے۔ آپ کے بعد تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی حلق اور قصر کروائے۔ آپ نے تین بار محلقین اور ایک بار مقصرین کے لیے مغفرت کی دعا کی۔

نماز ظہر سے پہلے مسجد حرام تشریف لے گئے۔ طواف اضافہ کیا جسے ''طواف زیارہ'' اور ''طوافِ صدر'' بھی کہا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق ظہر واپس منیٰ آ کر ادا کی اور بعض کے مطابق نماز ظہر مسجد حرام میں ادا کرنے کے بعد منیٰ تشریف لائے۔ طواف زیارہ کے موقعہ پر جب آپ چاہ زم زم کی طرف بڑھے جہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ منصب سقایہ کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ خود ڈول کھینچ کر پانی نکال لیں؟ مگر آپ نے فرمایا: آپ جو کر رہے ہیں وہی کرتے رہیں مجھے بس ایک پیالے میں پانی پلا دیں، اس میں حکمت یہی تھی کہ اگر آپ خود پانی نکالتے تو پھر ہر حاجی کے لیے خود پانی نکالنا سنت بن جاتا جو کثیر تعداد حجاج کے لیے مشکل ہو جاتا۔ ایام تشریق آپ نے منیٰ میں گزارے اور ان ایام کو کھانے پینے اور ذکر کے دن قرار دیا۔ 12،11،10 اور 13 کو آپ رمی جمرات فرماتے رہے۔ 11 ذوالحجہ کو سورۃ النصر کا نزول ہوا۔ اسی روز آپ نے منیٰ میں ایک اور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں بھی حمد و ثناء

الٰہی فرمائی اور پھر فرمایا:

اے لوگو!

کان کھول کر سن لو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ غور سے سنو! تمہارا باپ ایک ہے۔ غور سے سنو! عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو کوئی فضیلت ہے عربی پر۔ نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر بجز تقویٰ کے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے وہاں زیادہ معزز و محترم ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

خوب غور سے سنو! کیا میں نے اللہ کے پیغام تم تک پہنچا دیے؟۔۔۔ سب نے کہا اللہ کے رسول نے اپنے ربّ کے سب پیغام پہنچا دیے پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ بعض اوقات جس کو بعد میں پیغام پہنچے وہ سننے والوں سے زیادہ عقلمند ہوگا۔ پھر شہر، مہینہ اور ان کی بابت سوال جواب کے بعد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام کر دی تھیں جس طرح اس شہر میں اس مہینے اور آج کے دن کی حرمت ہے۔ یہ حرمت اس روز تک برقرار رہے گی جب قیامت کے روز تم اپنے ربّ سے ملاقات کرو گے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے پوچھے گا۔ خبردار! کیا میں نے تم کو اللہ کے پیغام پہنچا دیے۔ سب نے کہا بے شک۔

حضور نے پھر فرمایا: ''اے اللہ تو گواہ رہنا''۔

پھر فرمایا: خبردار! جس کے پاس کوئی امانت ہے وہ امانت والے کے پاس پہنچا دے۔ کان کھول کر سن لو۔ میں تمام سود کالعدم کر رہا ہوں۔ تمام قتل معاف کیے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلا قتل جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا حارث کے بیٹے ربیعہ کا ہے وہ شیر خوار تھا جسے ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ سب نے عرض کیا بے شک۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا،

پس جو حاضر ہیں ان پر لازم ہے کہ میرے یہ پیغامات ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ کان کھول کر سن لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ پھر فرمایا میری بات اچھی طرح سن لو۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حلال نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ پھر آپ نے کفار مکہ کی ہنسی کے ذریعے حرمت والے مہینوں کو بدلنے کو کفر قرار دیا اور چار حرمت والے مہینوں کا ذکر کرنے کے بعد پھر پوچھا کیا میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا؟ سب لوگوں نے کہا بے شک۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ نے عورتوں اور شوہروں کے باہمی حقوق کا تذکرہ فرمایا اور عورتوں کے بارے میں ڈرتے رہنے کا حکم دیا اور پھر پوچھا کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے کہا بے شک۔ حضور نے پھر فرمایا: اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

پھر فرمایا: اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری اس زمین میں اس کی پوجا کی جائے گی لیکن وہ اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ تم چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرو۔ بے شک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمانوں کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لاالہ الا اللہ۔ جب وہ یہ کہیں گے تو ہم سے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیں گے، بجز ان کے حق کے اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ میرے بعد پھر کافر نہ بن جانا، ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو راہ راست سے نہیں بھٹکو گے، پھر پوچھا: اے لوگو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا؟ سب نے کہا بے شک، آپ نے پھر فرمایا: ''اے اللہ تو بھی گواہ رہنا''۔

اس خطبہ کے بعد آپ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لائے۔ ایام تشریق کے آخری روز رمی جمار کے بعد واپسی اختیار فرمائی۔ راستے میں وادیٔ محصب میں ٹھہرے جہاں آپ کے خادم ابورافع نے آپ کے لیے خیمہ لگا رکھا تھا۔ اسی کو خیف بنی کنانہ اور ابطح بھی کہا جاتا تھا۔ شعب بنو ہاشم یا شعب ابی طالب بھی اسی کا نام تھا جہاں تین سال آپ اپنے خاندان کے ساتھ محصور رہے تھے۔ اسی مقام پر آپ نے رات قیام فرمایا اور سحری کے وقت اٹھ کر طواف وداع کے لیے روانہ ہوئے۔ طواف وداع کے بعد ملتزم پہ دعائیں کہیں اور پھر چاہ زم زم پر تشریف لائے۔ آب زم زم نوش فرمایا اور اپنا بچا ہوا پانی واپس کنویں میں ڈال دیا۔ اہل محبت کے نزدیک یہ اسی بچے ہوئے پانی کی برکت ہے کہ چاہ زم زم چشمہ بقا بن گیا اور قیامت تک ساری دنیا کے مسلمان ایک پیغمبر کے قدموں کی ٹھوکر اور دوسرے پیغمبر محبوب خدا کے بقیہ پانی سے برکت پانے والے پانی سے فیض پاتے رہیں گے اور یہ دائمی سرچشمہ کبھی خشک نہیں ہوگا۔

طواف وداع کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تو ''غدیر خم'' وہ مقام تھا جہاں یمن، حضرموت، شام، عراق اور جزیرۂ عرب کے تمام اطراف کو راستے جاتے تھے۔ یہاں پہ آپ نے سب خدام کو جمع کیا اور پھر آپ نے لوگوں کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضل و کمال، عدل و انصاف اور امانت و دیانت کی گواہی دی۔ اس کا مقصد حضرت بریدہ سمیت ان لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنا تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے تقسیم مال غنیمت کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں تم اہل ایمان سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں؟۔۔۔ انہوں نے عرض کیا: بے شک یا رسول اللہ! آپ تمام مسلمانوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں:

یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

''جس کا میں دوست اور محبوب ہوں اس کا علی بھی دوست اور محبوب ہے''۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اور بھی زوردار ہیں جس میں آپ نے فرمایا تھا:

من كنت مولاه فَاِنَّ عَلِياً مولاه اللهم وَالِ مَن وَالاهُ وَعادِ من عاداهُ

''جس کا میں مددگار اور دوست ہوں بے شک علی بھی اس کا مددگار اور دوست ہے۔ اے اللہ! جو اس (علی) سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس (علی) سے عداوت رکھے تو سے عداوت کر''۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے شکایت کی تھی ان کی غلط فہمی بھی

دور ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ آپ مجھ سمیت تمام مومنوں کے مولا ہیں۔شاید نہیں یقیناً یہ اس فرمان مصطفوی کا اثر ہے کہ آج تک پوری روئے زمین پر گلی گلی اور نگر نگر، جہاں جہاں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے موجود ہیں وہاں وہاں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے موجود ہیں۔ جہاں جہاں نعرۂ تکبیر کے بعد یا نبی یا نبی کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں وہاں وہاں فضائیں یا علی یا علی کی پکار سے گونج رہی ہیں اور وقت نے یہ بھی ثابت کیا ہے: **وال من والاہ او رعاد من عاداہ** کا اثر ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرنے والا ہمیشہ محبوب خلائق بن کر رہا ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھنے والا کبھی ذلیل ہوئے بغیر مرا نہیں ہے۔

الغرض یہ داستانِ جذب وشوق او رسفر عشق و عقیدت اپنے اختتام کی طرف بڑھنے لگے۔ جیسے ہی مدینہ منورہ شہر جمال کے آثار نظر آئے حضور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں پہ یہ دعا مچلنے لگی:

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمدوھو علی کل شئ قدیر۔أئیون تائبون عابدون ساجدون لربنا حمدون صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاذاب وحدہ۔

''کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، بجز اللہ کے جو یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہی اس کی ہے، سب تعریفیں اس کے لیے ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم مڑ کر آنے والے ہیں، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے ہیں، ہم سجدے کرنے والے ہیں، ہم اپنے ربّ کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا۔ اپنے بندۂ خاص کی مدد فرمائی اور کفار کے لشکروں کو اکیلے شکست دی''۔

جب حضور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میدان میں پہنچے جہاں مدینہ آنے والے قافلے آرام کرتے تھے۔ آپ وہیں قیام فرما ہو گئے اور اپنے خدام کو بھی آدھی رات میں گھروں کو جانے سے منع فرما دیا بلکہ رات بھر وہیں آرام فرمایا اور صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا۔ یہ دن جب رسول خدا حضرت محمد مصطفی علیہ التحیہ والثنا مدینہ طیبہ میں واپس تشریف فرما ہوئے 25 ذوالحجہ تھا۔ گویا 25 ذی قعدہ کو مدینہ منورہ سے شروع ہونے والا سفر نور وسرور 25 ذی الحج کو ایک ماہ بعد مکمل ہو گیا۔

قارئین کرام!

آیئے دعا کریں اللہ کریم ہمیں حج کرنے اور حجۃ الوداع کے جلیل القدر معلم حج کے نقش قدم پر چل کر حج مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم جہاں جہاں سے گزریں، جہاں جہاں ٹھہریں تصورِ سفرِ جاناں ہمارا رہبر ورہنما رہے۔

آوسوچیں

جو کسی کے لیے کسی سے ہجرت نہیں کرتا وہ وصل کی خوشیوں سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ جو کسی کے لیے لذت کش انتظار نہیں رہتا اس کے لیے کوئی منتظر نہیں ہوتا، جو کسی کی خدمت کرنے کی بار کشیاں نہیں لیتا کوئی اس کے جوتے اٹھانے کو باعث لطف نہیں سمجھتا۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

بڑوں کے سامنے مٹ جاؤ اور بڑے بن جاؤ شاید بڑا بننے کے لیے اس سے زیادہ کارگر کوئی نسخہ نہیں ہوسکتا۔

کیا خوبصورت ارشاد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ آپ فرماتے ہیں:

''اونٹنیاں سو ہوتی ہیں لیکن سواری کے قابل ان میں سے کوئی ایک ہی ہوتی ہے''۔

قیادتوں کا جوہر ہر فرد میں نہیں ہوتا لیکن عظمتوں کے حصول کے لیے اصولوں کے پل صراط پر ہر شخص چل سکتا ہے۔ روشنی سب کو دعوت دے رہی ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس **منجانب:** ملک محمد سجاد، لاہور ۔۔۔ طارق صدیق کھوکھر، لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی پاکیزگی

محمد بن علوی المالکی الحسینی

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے حسب ونسب میں جاہلیت کی بداعمالیاں موجود نہیں اور میں صرف نکاحِ اسلام سے ہی پیدا ہوا ہوں۔

ہشام بن محمد الکلبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی پانچ سو مائیں لکھیں تو میں نے ان گرامی قدر ہستیوں میں سے کسی میں بھی جاہلیت کی برائیاں نہیں پائیں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم وعالیان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری پیدائش نکاح سے ہوئی اور سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے لے کر میرے والدین اور پھر میری پیدائش تک میرا سارا سلسلہ نسب جاہلیت کی برائیوں سے پاک ہے۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے والدین آباؤ اجداد کبھی سفاح سے دوچار نہ ہوئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے طیب و پاک اصلاب سے ارحام طاہری میں منتقل فرماتا رہا جو انتہائی صاف شفاف اور بلند پایہ تہذیب کے مالک تھے۔ اگر وہ قبیلے مختلف افراد کی شکل اختیار کرتے تو میں ان میں سے بہترین قبیلے میں ہوتا تھا۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت "فاء" زبر کے ساتھ پڑھی:

لقد جاء کم رسول من انفسکم

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جو نسب مہر اور حسب کے اعتبار سے تم سب میں سے نفیس ترین ہوں اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے لے کر میرے آباؤ اجداد میں کوئی زنا وسفاح نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ جناب جبرائیل علیہ السلام سے کوئی شخص افضل نہ پایا اور میں نے بنی ہاشم سے افضل کسی خاندان کو نہ پایا اور صحیح بخاری میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا میں بنی آدم کے بہترین زمانے میں مبعوث ہوا ہوں۔ صدیوں پر صدیاں گزرتی چلی گئیں حتیٰ کہ میں بہترین اور عمدہ ترین زمانے میں مبعوث ہوا۔

صحیح مسلم میں جناب حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے کنانہ کو اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چن لیا اور قریش کو کنانہ سے اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور مجھے بنو ہاشم سے چن لیا۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مجھے اس نے مخلوق کے بہترین فرقے سے اور بہترین فریقوں سے منتخب فرمایا۔ پھر اللہ نے قبائل کو چنا تو ان کے بہترین گھروں میں سے مجھے بنایا چنانچہ میں بلحاظ نفس بھی ان سے بہترین ہوں۔ سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بنو آدم کو مختار فرمایا۔ چنانچہ میں ہمیشہ ہمیشہ اچھے وصالح اور نیک لوگوں میں رہا۔ آگاہ رہو جس شخص نے اہل عرب سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ میری وجہ سے اہل عرب سے محبت رکھی اور جس نے اہل عرب سے بغض وحسد رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض وحسد رکھا۔

نیز اچھی طرح جان لیجیے کہ والدین کی جانب سے حضور کی میلاد مبارک میں آپ کا کوئی حقیقی بھائی یا بہن نہ تھی تاکہ والدین کی صفوت حضور ﷺ پر منتہی ہو اور ان کا نسب آپ کی ذات اقدس تک محدود و متعین ہے، نیز اس لیے کہ آپ کی ذات اقدس اس نسب سے مختص ہو جو اللہ نے نبوت کی غایت بنایا اور آپ کے شرف و عظمت کی انتہا ہو اور جب آپ حضور سرور عالم ﷺ کے نسب مبارک کے حال کی چھان بین کریں گے اور آپ کی میلاد پاک کی طہارت سے آگاہی تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ بلاشبہ حضور سرور عالم ﷺ انتہائی عظمت وشوکت وفضیلت والے آباؤ اجداد کی اولاد ہیں۔ آپ بنی عربی، ابطحی، حرمی، ہاشمی، قریشی اور بنو ہاشم مختار کے برگزیدہ ومنتخب ہیں۔ آپ تمام اہل عرب کے اولاد انجاد میں سے افضل ترین ہیں۔ آپ نسب میں انتہائی گہرے، حسب میں بہت اشرف اور آپ کا قبیلہ وخاندان انتہائی کھاتا پیتا، خوشحال اور آباد ہے۔ آپ کا خاندان پورے عرب میں اپنی اصل کے لحاظ سے پاکیزہ اور اپنی شاخوں یعنی اولاد کے لحاظ سے بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ بلحاظ اصل انتہائی قابل قدر و عزت وشوکت والا ہے۔ اس مقدس قبیلے کی زبان بہت فصیح وبلیغ ہے۔

میزان میں حضور کے خانوادے کے فضائل سب سے راجح اور بھاری وبلند اور میزان میں انتہائی قابل قدر ہوں گے۔ آپ اہل عرب میں بلحاظ ایمان صحیح ترین قبائل والوں میں سے ہیں۔ ان سب سے زیادہ عزت وتکریم کے خاندان سے ہیں۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ اور والد گرامی کی جانب سے انتہائی اعلیٰ وافضل حسب ونسب سے ہیں اور اس افضل ترین شہر سے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت قابل تکریم اور عزت والا ہے۔

اس موضوع پر حافظ محدث شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی کا قول کس قدر بہترین اور شاندار ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا:

حفظ الالۃ کرا مۃلمحمد ابا ءۃَ الا مجادصونا لا سمہ تر کواالسفاح فلم یصبھم عازۃ من ادم و الی ابیہ و امہ۔

''اللہ نے محمد ﷺ کی عزت وتکریم کی خاطر ان کیا آباؤ اجداد کو محفوظ رکھا تاکہ ان کے نام پر حرف نہ آئے اور آپ کے آباؤ اجداد میں آدم سے لے کر آپ کے والدین تک کوئی زنا کا مرتکب نہیں ہوا''

مسجد

اسلامی معاشرے کا ثقافتی مرکز

ملک محبوب الرسول قادری

مذاہبِ عالم میں زمانے اور ضرورت کے مطابق عبادت گاہوں کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ۔ ہر عہد میں مذہبی انسان اور ان کی عبادت گاہوں کا باہمی طور پر چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اہلِ اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مساجد کو بطور عبادت گاہ پسند فرمایا اور رسول پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اُمت مسلمہ کے لیے ساری زمین کو عبادت کے لیے قبول فرمالیا۔ ''مسجد'' کا لغوی معنیٰ ''سجدہ کی جگہ'' کے ہیں ۔سابقہ اُمتوں کی عبادت کے لیے ساری دنیا میں چند مقامات مخصوص تھے جہاں نماز پڑھی جا سکتی تھی لیکن محبوب ربّ العالمین ﷺ کی اُمت کو عام اجازت عطا فرمائی گئی کہ جہاں چاہو عبادت کے لیے مسجد بنالو۔ تمہاری عبادت قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

''اور یہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو''۔

(الجن:18۔ترجمہ کنزالایمان)

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ، ان میں نامِ خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب''۔

(البقرہ:114۔ترجمہ کنزالایمان)

تیسری جگہ ارشاد فرمایا:

''مشرکوں کو (حق) نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر، ان کا تو سب کیا دھرا، اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے ۔اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ، تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں سے ہوں''۔

(التوبہ:18,17۔ترجمہ کنزالایمان)

مذکورہ ارشاداتِ باری تعالیٰ سے مسجد کی اہمیّت و عظمت ، مرتبہ ومقام اور حیثیت کے تعیّن کرنے میں بہت ساری وضاحت اور مدد ملتی ہے ۔صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں رقم طراز ہیں کہ

''مسجدوں کے آباد کرنے کے مستحق مومنین ہیں۔ مسجدوں کے آباد کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہیں: جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لیے وہ نہیں بنائی گئی ہیں''۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔ (تقریرات رافعی)

صحیح مسلم شریف میں حدیث نبوی ﷺ ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ! (ﷺ) زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام (خانہ کعبہ)، میں نے عرض کیا، اس کے بعد؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نے پوچھا، میرے آقا ﷺ اب یہ فرمایئے کہ ان دونوں کی تعمیر میں کتنے وقت کا وقفہ ہے؟ ارشاد فرمایا: چالیس سال کا اور جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لو۔ وہی مسجد ہے ۔ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پاک مروی ہے کہ پیغمبر امن ورحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو لوگ اندھیرے میں کثرت سے مسجدوں میں جانے والے ہیں انہیں خوشخبری سنادو کہ قیامت کے دن انہیں پورا نور عطا کیا جائے گا''۔

ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''تین افراد ایسے ہیں کہ جن کی حفاظت ربّ کریم کے ذمہ کرم پر ہے ان میں سے جو زندہ رہے گا اسے رزق دیا جائے گا اور اس کی حاجات پوری کی جائیں گی اور اگر وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں جگہ مرحمت فرمائے گا۔ وہ تین یہ ہیں:

(1) جس نے اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو سلام کیا۔

(2) جو مسجد کی طرف نکلا۔

(3) جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا''۔

(اللہ اکبر)

طبرانی میں حدیث نبوی ﷺ ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے آرام اور راحت ، رحمت اور پُل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر کر اللہ اور جنت حاصل ہوجانے کی ضمانت دی ہے جس کا گھر مسجد ہو۔ حضور سید عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سردارِ دوجہان ﷺ نے فرمایا کہ

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان پر گواہ ہوجاؤ۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین میں سب سے زیادہ محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں''۔

دوسری روایت میں فرمایا کہ

''جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد کی طرف جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمانی فرمائے گا''۔

(مسلم شریف)

آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت ابن ماجہ شریف میں یوں مرقوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو اس کے اچھے اعمال اور حسنات سے جو چیزیں موت کے بعد پہنچتی ہیں، ان میں سے ایک تو علم ہے جو اس نے سیکھا اور پھیلایا اور وہ نیک اولاد ہے جسے اس نے چھوڑا یا قرآن مجید ورثہ میں چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ تعمیر کر گیا یا نہر جاری کر گیا یا اس نے کوئی صدقہ کر دیا جسے اس نے زندگی میں اپنے مال سے نکالا تھا۔ یہ صدقہ اس کی موت کے بعد اسے پہنچتا رہے گا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا۔ پھر مسجد میں آیا۔ وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم کرنا میزبان پر مہمان کا حق ہے۔ (طبرانی)۔

اسی طرح حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم حشر ارشاد فرمائے گا: ''میرے پڑوسی کہاں ہیں؟'' فرشتے عرض کریں گے۔ اے اللہ تیرا پڑوسی کون ہو سکتا ہے؟ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا، مسجدوں کو آباد کرنے والے میرے پڑوسی ہیں''۔ سبحان ربی العظیم۔

ان آیاتِ ربانی اور حدیث نبویہ سے مسجد کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے خوب روشنی ملتی ہے۔ اب چند اہم اُمور پر غور وفکر کرنا بھی ضروری ہے، مسجد کی تعمیر کے حوالے سے جہاں جی چاہے سرکاری جگہ پر قبضہ کر کے مسجد بنا لینا یا مسجد کی بنیاد رکھ لینے کے بعد پچاس پچاس سال تک کمرشل بنیادوں پر چندے اکٹھے کرتے رہنا کسی طور پر بھی جائز اور درست نہیں ہے۔ بظاہر چندہ برائے مسجد کا بورڈ آویزاں کیا جاتا ہے جبکہ درحقیقت وہ مسجد برائے چندہ ہی بن کر رہ جاتی ہے۔ ملت مسلمہ کے عظیم بزرگ حضرت علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی (المتوفی: 827ھ) فرماتے ہیں کہ

''مساجد بنانے کی اصل ذمہ داری تو حکومت کی ہے، حاکم وقت مسجد بنوائے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مسجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد سے پوری ہو تو ٹھیک ورنہ آبادی کی ضرورت کے مطابق اور مساجد بنوائی جائیں۔ اسی طرح ائمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انہیں تنخواہ مہیا کرنا، وظیفہ دینا، سہولیات کا انتظام کرنا بھی دراصل اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اگر حکام اور اربابِ اقتدار تساہل سے کام لیں تو پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے''۔

(اکمال العلم، جلد:2 ص:228)

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی (1225ھ) رقم طراز ہیں کہ ''مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مسجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے''۔ (تفسیر مظہری: ج:4 ص:46)

اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو غیر مسلموں سے مسجد بنوانا درست ہے اور نہ ہی تعمیر مسجد کے لیے کسی غیر مسلم سے چندہ لینا جائز ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کی طرف سے اپنے عبادت خانوں کو مسجد کے سٹائل سے تعمیر کرنا یا اس کو مسجد کا نام دینا بھی ''مداخلت فی الدین'' قرار پائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قادیانیوں کو ان کے عبادت خانوں پر محراب ومینار تعمیر نہ کرنے دیے جائیں کیونکہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم صفت ''ختم نبوت'' کے منکر ہیں جبکہ ختم نبوت کا مسئلہ قرآن حکیم کی متعدد واضح آیات مبارکہ اور بے شمار احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لہٰذا منکرین ختم نبوت اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پکے کافر اور مرتد ہیں۔ اہل اسلام کو اس نہایت اہم اور نازک مسئلے پر گہری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار ثابت کرنا چاہیے کیونکہ یہی جانِ ایمان بلکہ عینِ ایمان ہے۔

مساجد کے آداب کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا از حد ضروری ولازمی ہے مثلاً بخاری ومسلم کی ایک متفقہ حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ جو شخص لہسن یا پیاز وغیرہ کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے جب تک کہ ان کی بُو ختم نہیں ہو جاتی کیونکہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہونا چاہے تو یوں کہے کہ اے اللہ! میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آنا چاہے تو کہے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوالی ہوں۔ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب کھاپی لیا کرو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: مسجدیں۔ پوچھا گیا اور جنت کے پھل؟ فرمایا: سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ یعنی ذکر الٰہی جنت کا پھل ہے۔ مراد ہے کہ ذکر الٰہی کی محافل برپا کرو کیونکہ یہ روحانی غذا ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے آداب کے باب میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (نفل) پڑھ لے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد کے اندر جو بہت سارے کام سرانجام دیے جاتے تھے ان میں سے تعلیم اُمت کا کام تھا۔ عدل وانصاف کا کام تھا، منصوبہ بندی کا کام تھا، مستقبل کی پلاننگ اور وفود کی تیاری کا کام تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ''دونوں مجالس خیر پر مبنی ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل ہے۔ ایک مجلس میں بیٹھے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عطا فرما دے اور اگر چاہے تو عطا نہ فرمائے۔ دوسری مجلس میں لوگ بیٹھے دین میں سمجھ حاصل کر رہے تھے۔ تفہیم دین کا ایک سلسلہ جاری وساری تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علم دین حاصل کر رہے ہیں اور نہ جاننے والوں کو سکھا رہے ہیں، اس لیے یہ لوگ افضل ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس مجلس میں آکر جلوہ افروز ہو گئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ (دارمی)۔ سبحان اللہ۔۔۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملحق اصحاب صفہ کا چبوترہ

اہل اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مساجد کو بطور عبادت گاہ پسند فرمایا

تھا اور الحمد للہ آج بھی موجود ہے۔ اس چبوترے پر نو مسلم حضرات کو علم دین سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ گویا عہدِ نبوی ﷺ میں نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا اور آج شاید پورے پاکستان میں نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک بھی مستقل درس گاہ موجود نہیں۔ کاش! اہل علم اور اصحاب ثروت اس پہلو پر بھی توجہ مرتکز کر سکیں۔ مسجد نبوی میں محفل نعت منعقد ہوتی تھی۔ خود حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ جیسے مقتدر لوگ نعت گو اور نعت خوان صحابہ بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تو مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس مسجد نبوی میں منعقد ہوا کرتے تھے لیکن ان تقدس مآب مجالس کو آڑ بنا کر مساجد میں دنیاوی جلسے، لچر سیاسی تقریبات منعقد کرنا درست نہیں۔ البتہ اقامت دین کے لیے نظام باطل کو بدل کر نظام اسلام کے رواج کے لیے بات کرنا فرائض میں سے ہے۔ واضح رہے کہ مساجد میں خرید و فروخت کرنا، گم شدہ چیزوں کے اعلانات، بھیک مانگنا اور دنیاوی باتیں جائز نہیں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کل عورتوں کا مسجدوں میں نماز کے لیے آنا بھی رواج بن گیا ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ عورت کی نماز اس کے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے گھر کے صحن میں پڑھی جائے اور اس کی نماز جو اندر والے خاص کمرے میں پڑھی جائے وہ اس نماز سے بہتر ہے جو کسی عام کمرے میں پڑھی جائے۔ (ابوداؤد)۔

آج ہماری بہو، بیٹیوں اور جدید معاشرے کو یہ ارشاد گرامی بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تعلیم و تعلّم اور ابلاغِ دین کے لیے خواتین کے پردہ کا الگ اہتمام ہو تو مساجد میں بھی ان کے اجتماعات منعقد ہو سکتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مساجد میں چند افراد کی اجارہ داری قائم ہے کوئی نوجوان مسجد چلا جائے تو اسے طرح طرح کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے لاشعوری طور پر منفی اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اصلاح کا مثبت انداز اپنایا جائے۔ اگر وہ اس کام سے باز رہ سکیں تو بہت بہتر اصلاح احوال کا فریضہ اور مسائل کے ابلاغ کی ذمہ داری علمائے کرام پر ہی رہنے دیں تا کہ تنازعات سے بچا جا سکے۔ اہل علم اور بزرگ حضرات پیار کی زبان میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں اور نوجوان بھی مسجد سے پیار جبکہ بازاروں میں آوارہ گردی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ مساجد صاف ستھری اور جدید سہولیات سے آراستہ بنانا کوئی جرم نہیں بلکہ اجر و ثواب کا موجب ہے لیکن مسجدیں سنگ مرمر اور قیمتی ٹائلوں سے بنا کر ان پر اترانا ہرگز درست نہیں۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد شریف میں حدیث نبوی ہے کہ آثار قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا بنا کر آپس میں فخر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدیں آباد کرنے اور ان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے لیکن مقابلہ بازی میں مسجدوں کی آرائش و زیبائش کرنا درست نہیں ہے۔

مسجد میں نماز کے لیے بعض اوقات انسان دیر سے پہنچتا ہے۔ اب جماعت شروع ہو گئی تو آنے والا دوڑ کر اپنی ایک رکعت بچانا چاہتا ہے حالانکہ یہ طریقہ پیغمبر امن و رحمت ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ جب بھی مسجد میں آنا ہو بڑے آرام و سکون، پوری سنجیدگی اور باوقار طریقے سے آنا چاہیے تا کہ مسجد کا تقدس پیش نظر رہے۔ مسجد کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ مسجد میں پہلے آنے والے اگلی صفوں میں بیٹھیں اور بعد میں آنے والے جہاں جہاں جگہ ملتی جائے بیٹھتے جائیں۔ کسی دنیادار منصب والے شخص کے لیے صفوں کو چیرتے ہوئے آگے لانا درست نہیں ہے۔ مسجد میں تھوکنا از حد مکروہ ہے۔ بچوں کو جھڑکنے کا رواج سا ہو گیا ہے حالانکہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ خدانخواستہ اس بچے کے ذہن میں مسجد کے حوالے سے کوئی ایسا تاثر پیدا ہو جائے کہ وہ بڑا ہو کر مسجد سے دور ہو جائے تو کیا اس کا گناہ جھڑکنے والے کو نہیں ہو گا؟ اس لیے احتیاط ضروری ہے۔ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر بہت پاور فل لگے ہوتے ہیں تو عموماً لاؤڈ سپیکر کا بے جا اور بے تحاشا استعمال بھی لوگوں کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مسجد کمیٹیوں اور علما کو عوام کے مسائل پر بھی خاص توجہ مرتکز رکھنا چاہیے۔

بعض مساجد کے ساتھ دکانیں تعمیر کی جاتی ہیں تا کہ مسجد کی مستقل آمدن کا ذریعہ رہیں۔ اب ان میں کسی نے میوزک سنٹر کھول رکھا ہے تو کوئی گرم حمام چلا رہا ہے۔ کسی نے ہوٹل کھول دیا۔ اس سے قباحت یہ پیدا ہو گئی کہ میوزک سینٹر والا ہمہ وقت گانے بجاتا ہے۔ حمام والا گلوکاروں کے کیسٹ بلند آواز میں جاری رکھتا ہے اور ہوٹل پر رکھے ٹی وی میں کھیلوں کے میچ ڈرامے وغیرہ دکھائے جا رہے ہیں جو بہر حال مساجد کے تقدس کے منافی ہیں۔ لہٰذا مسجد کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ دکانات کرایہ پر دینے سے پہلے معاہدہ کے ذریعے کرایہ دار کو اس امر کا پابند بنائیں کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے مسجد کے تقدس پر آنچ آئے۔ بہر حال مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں خانہ کعبہ کی بیٹیاں ہیں، ان کے تقدس کو برقرار رکھنا ہماری دینی و مذہبی ذمہ داری ہے جو ہمیں پوری کرنا چاہیے۔ ویسے بھی طبرانی میں حدیث شریف ہے کہ جو شخص مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مبارک گھر سے محبت کی توفیق بخشے اور مساجد کے حقیقی فیضان سے اُمت کو فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب کھا پی لیا کرو

علامہ محمد حنیف چشتی گولڑوی کے رحلت کے موقع پر نذرانۂ محبت

درسِ وفا اگر بود زمزمہ محبتے
جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پا را

’’گجرانوالہ‘‘ کا نام ایک عرصہ ہوا لوحِ قلب سے مٹ گیا ہے لیکن یادوں کی برق کبھی کبھی ذہن کے افق پر چمک لیتی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب علامہ محمد حنیف چشتی عشق کی مستی میں اپنی نوائے نصیحت سے نواز لیتے تھے اور بے داری غفلت کا جامہ چاک کر لیتی تھی اور بے پروبالی سے بلند پروازی سوئے عرش متحرک ہو جاتی تھی۔ مولانا محمد حنیف چشتی تو اب طوبیٰ کے درخت پر چہچہانے کے لیے پابندِ قفس نہیں رہے لیکن خود شناسی اور مسلک شناسی کی کئی یادیں چھوڑ گئے۔ چشتی صاحب لامتناہی فضاؤں کے سیارے ہو گئے لیکن اپنے پیچھے ’’بال بکشا‘‘ کا سبق چھوڑ گئے۔ طرح دار، وضع دار، خلیق، گداز اور صاحب دل محمد حنیف چشتی، گولڑوی تھے اور اس چشمۂ فیض نے ان کو کبھی کوتاہ پرواز نہ ہونے دیا۔ رہبری کی عاجزانہ یادوں میں جب کشکول محبت ٹٹولتا ہوں تو ان کی تواضع نفسی اور ادب میں چائے نوازی، قلفی عطائی، لنگر آزمائی اور وفا کے ان گنت نمونے ملتے ہیں۔ کنوؤں سے ڈول کھینچنے والوں کے قرب میں دریا دل ہو کر رہنا آسان نہیں مولانا محمد حنیف چشتی زندہ باد۔ لگتا ہے بہت کچھ اپنے ساتھ لے گئے۔

تنظیمی زندگی کے پچیس سال اطاعت میں بسر کیے لیکن احقاقِ حق کا کبھی کوئی قرینہ متروک نہ ہونے دیا۔

جب قومی اور ملی حالت یہ ہو کہ ’’صد بیاباں بگوشت ودگرے در پیش است‘‘ حنیف چشتی ایسے نابغہ لوگ سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی جدائی اور فراق نے زخم ایسے لگائے ہیں کہ بات اس جملے پر سمیٹتا ہوں:

چگونہ حرف زخم، دل کجا، دماغ کجا

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی آل اولاد اور احباب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سید ریاض حسین شاہ

خود آگاہی و خدا شناسی

آصف بلال آصف

”اے ربّ میں حریمِ دل میں ایمان کا چراغ جلا کر اندھیروں کو باہر دھکیل رہا ہوں تا کہ تو اس میں بس جائے اور میرے دل کو روشن کر دے“

دل کی دنیا بھی ایک انوکھی دنیا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اگر میں کہوں کہ پُراسرار ہوتی ہے تو ٹھیک ہوگا۔۔۔۔

دل کی دنیا کی واردات و کیفیات کا ادراک ہماری عقل نارسا نہیں کرسکتی۔۔۔۔

یوں تو کائنات میں اور بھی بڑی ایسی اشیاء موجود ہیں جو ہمارے فہم و ادراک سے ماروا ہیں۔۔۔۔مثلاً عقل،نظر،زمانہ،شعور،تحت الشعور اور وجدان وغیرہ۔۔۔۔لیکن ہم ان کے وجود کا انکار نہیں کرتے بلکہ اپنی نافہمی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔۔۔۔

دوسری طرف جب اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ کوئی ولیِ کامل ہم سے نور سرور۔۔وجد و مستی۔۔کیف و لذت یا غیبی طاقتوں کا ذکر کرتا ہے تو ہم اسے خبطی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔۔۔۔حالانکہ دنیا کے بڑے بڑے اخلاقی و سیاسی انقلابات انہی دیوانوں کے پیدا کردہ تھے۔۔۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی جذبے میں شدت کی جنبش یا حرکت پیدا نہ ہو،انسان کوئی غیر معمولی کارنامہ دکھا ہی نہیں سکتا۔۔۔۔

چنگیز خان اور سکندر اعظم کی نام آوری کا سبب ان کا جذبہ ملک گیری تھا۔۔۔۔

خالد بن ولید اور صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کے پیچھے جذبہ تبلیغ اسلام اور جذبہ اصلاحِ معاشرہ تھا۔۔۔۔

بڑے بڑے اہلِ قلم کی تخلیقات یا تو جذبہ شہرت کا نتیجہ ہوتی ہیں یا جذبہ اصلاح وتجدید ان کا محرک ہوتا ہے۔

چشمہ دل سے پیدا ہونے والا تخیل ”جذبہ“ کہلاتا ہے جبکہ دماغ ”عقل“ کے جوہر کو جنم دیتا ہے۔۔۔۔

جب تک ایک آدمی عقل کے زیرِ سایہ رہتا ہے تو وہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے نفع ونقصان کا اندازہ لگاتا ہے۔۔۔۔خطرات کا جائزہ لیتا ہے۔۔۔۔اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے۔۔۔۔ایسا آدمی عموماً بزدل سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔

لیکن کسی شخص پر جب کوئی جذبہ غالب آجاتا ہے تو اس سے غیر معمولی اعمال سرزد ہونے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔

کہتے ہیں عشق میں فرہاد نے تنہا پہاڑ کاٹ ڈالا تھا۔۔۔۔ابوبن ادھم نے تخت چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر ہمارے شعراء۔۔اولیاء اور مصلحین زبردست حساس اور جذباتی نہ ہوتے تو ان کے کارناموں پر دنیائے انسانی یوں نازاں نہ ہوتی۔۔۔۔لیکن جذبات صرف مثبت ہی نہیں ہوتے منفی جذبات بھی بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔۔۔۔غصے کی حالت میں کسی دوسرے کا قتل کر دینے کے واقعات تو آئے دن ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔

جب ان دیوانوں پر (جذباتی لوگوں پر) کوئی بری روح (منفی جزبہ) مسلط ہو جاتی ہے تو چنگیز، ہلاکو،فرعون،قارون اور نمرود جیسے کردار ترتیب پا جاتے ہیں۔لیکن جب ان دیوانوں پر ایک عظیم روح (مثبت جزبہ) کا قبضہ ہوجاتا ہے تو یہ موسیٰ،عیسیٰ،اقبال اور حسنین وحیدر کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

گو ہماری محدود عقل اس بات کو سمجھنے سے عاجز ہے لیکن لاکھوں انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ بعض اوقات اچھی یا بری ارواح انسانی دماغ پر قابض ہوجاتی ہیں۔

کسی بُری روح کے قابض ہونے سے ہاتھ پاؤں مڑ جاتے ہیں۔۔۔۔منہ سے بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں گفتگو نکلنا شروع ہوجاتی ہے۔۔۔۔۔چہرہ بگڑ جاتا ہے۔۔۔۔آدمی مہمل جملے بولنا شروع کر دیتا ہے یا بے ہوش ہو جاتا ہے۔۔۔۔ہمارے معاشرے میں اسے ”سایہ ہو جانا“ یا ”جن پڑ جانا“ کہتے ہیں۔

ان واقعات پر علم وعقل کی روشنی میں بحث ناممکن ہے۔عقل انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتی لیکن یہ ایسے ٹھوس واقعات ہیں جو تخلیق آدم سے لے کر آج تک لاتعداد انسانوں کے مشاہدے میں آچکے ہیں۔۔۔۔ان انسانوں میں اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے بھی شامل ہیں۔

ہم اس قیاس آرائی پر مجبور ہیں کہ کائنات میں کچھ ایسی خفیہ طاقتیں موجود ہیں جو انسانی دماغ کو اپنے بس میں کرلیتی ہیں۔۔۔۔

یہ طاقتیں بری بھی ہوتی ہیں اور اچھی بھی۔۔۔۔بُری طاقتوں کو اصلاحاً جن یا شیطان کہا جاتا ہے اور اچھی طاقتوں کو فرشتے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یا پھر کسی نیک انسان کے قرب کا اثر بھی اچھی طاقت ہوتا ہے۔

البتہ خفیہ طاقتوں کے دوامی اور دھیمے تسلط کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔۔۔۔ہمیں اپنے اردگرد دو قسم کے انسان نظر آتے ہیں۔۔۔۔

ایک وہ جو نیکی کی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں ان کے سینے سرورِ اطمینان سے لبریز ہیں اور ان کے دماغ خوف واضطراب سے آزاد ہیں۔۔۔۔ان کے ہر قدم کا نتیجہ کامرانی ومسرت ہوتا ہے۔۔۔۔ان کے دماغ میں جو خیال یا منصوبہ آتا ہے وہ خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے منافع بخش ہوتا ہے۔۔۔۔

دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کا معمول جھوٹ،فریب،بد دیانتی اور فتنہ انگیزی ہے اور ان کے دماغ میں جو تجویز یا منصوبہ آتا ہے وہ خود ان کے لیے

بھی اور دوسروں کے لیے بھی نقصان دہ اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔۔۔۔
ان دونوں طبقوں کو دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کو بہترین و اعلیٰ انسانوں کی راہنمائی حاصل ہے۔
وہ ذکر الٰہی سے طاقت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جذبہ ایمانی حاصل کرتے ہیں اور اس طرح قدرت کی طرف سے لگایا گیا مددگار) نیک فرشتہ (ان کے دماغ میں صرف نیک ارادے اور اچھی تجاویز ہی ڈالتا ہے۔
جبکہ دوسرا طبقہ جو اہل اللہ سے دور رہتا ہے۔۔۔۔ان پر مسلط کیا گیا شیطان ان کو ہمیشہ بدکاری اور بداندیشی کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔
پہلے طبقے سے لوگ محبت کرتے ہیں جبکہ دوسرے طبقے سے نفرت ۔۔۔۔ان دونوں طبقوں کی اس دماغی کیفیت کے متعلق کچھ ارشادات قرآن حکیم میں بھی ملتے ہیں۔
''جو لوگ اللہ کو اپنا آقا تسلیم کرنے کے بعد اس راہ پر جم جاتے ہیں۔ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت، نہ غم کھاؤ اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے''۔۔۔۔ (حم سجدہ 30)
''بدکاروں پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو انہیں اللہ سے بالکل غافل کر دیتا ہے''
(مجادلہ: 19)
''سیاہ کار لوگوں کی دوستی شیاطین سے ہو جاتی ہے جو انہیں نور کی دنیا سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں''۔
(البقرہ: 257)
یہ اندھیرے کی طرف لے جانے کی تاویل یہی ہے کہ شیطان ان سیاہ کاروں کے دماغ میں بُرے ارادے ڈالتا ہے۔۔۔۔
یہ نئے نئے خیالات کہاں سے آتے ہیں۔۔۔؟ اور انہیں دماغ میں کون ڈالتا ہے؟
ان سوالات کا جواب ایک ماہر نفسیات یہ دے گا کہ یہ سب کچھ دماغ کی کارستانی ہے۔۔۔۔۔ جبکہ ہمارے صوفیاء کے نزدیک خیالات عقل کی تخلیق ہیں اور عقل پر ایک خفیہ طاقت ہر وقت مسلط رہتی ہے۔اگر یہ طاقت اچھی ہو تو تخلیقاتِ عقل اچھی ہوں گی ورنہ بری۔

صوفیاء یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک انسان کے دماغ پر شیطان اور فرشتہ بہ یک وقت اپنا اپنا اثر ڈالتے ہیں۔۔۔۔
فرشتہ اللہ کی طرف بلاتا ہے اور شیطان بدی کی ترغیب دیتا ہے۔
اثر اندازی کا یہ مقابلہ برسوں جاری رہتا ہے۔۔۔۔اگر یہ آدمی اللہ کا ہو جائے تو شیطان مایوس ہو کر اسے چھوڑ دیتا ہے اور اگر یہ مائل بہ شر ہو جائے تو پھر فرشتہ پیچھے ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔
لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پھر بھی نہیں چھوڑتا وہ اس کی توبہ کا انتظار کرتا ہے زندگی کے آخری لمحے آخری سانس تک۔۔۔۔
اللہ تو وہ ذات بے نیاز ہے جو ساری کائنات کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔
وہی تو ہے جو سیاروں کو ان کی معینہ گزرگاہوں پر چلا رہا ہے۔
سمندروں کا کروڑوں ٹن پانی ہوا کے کندھوں پر لاد کر ہمارے کھیتوں پر برسا رہا ہے۔
پھولوں کو رنگ و بو دے رہا ہے۔
تتلی کو رنگین پروں سے نواز رہا ہے تو کوئل کو آواز کا جادو بخش رہا ہے۔
جھرنوں کو پانی کی مستیاں دے رہا ہے تو آبشاروں کو گیتوں سے نواز رہا ہے۔۔۔۔
اسی طرح وہ انسانی احوال ومعاملات پر بھی یقیناً اثرانداز ہوتا ہے۔
جس طرح مکھی کے انڈے سے آج تک مچھر پیدا نہیں ہوا اور آک کے پودے پر آج تک آم نہیں لگے۔۔۔۔
اسی طرح انسان کی طویل تاریخ میں بدکاری کا نتیجہ آج تک اچھا نہیں ہوا اور نیکی کا انجام کبھی خراب نہیں ہوا۔
یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ہر عمل کے ساتھ ایک نتیجہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔
بلندی سے گرنے کا نتیجہ چوٹ۔۔آگ میں ہاتھ ڈالنے کا جلن۔۔سستی کا رسوائی۔۔محنت کا سربلندی اور عبادت و دعا کا نتیجہ سکون ہے۔مطلب یہ کہ ہم اعمال کے انتخاب میں تو آزاد ہیں لیکن نتائج بھگتنے پر مجبور۔۔۔۔۔
ہم ان نتائج کو کسی چال یا فریب سے نہیں ٹال سکتے۔۔۔۔
سوال یہ پیدا ہوتے ہیں کہ یہ نتائج کہاں سے آتے ہیں۔۔۔۔؟
انہیں اٹل کس نے بنایا ہے۔۔۔۔؟
ازل سے اب تک ان میں یکسانیت کیوں ہے۔۔۔۔؟
جواب ایک ہی ہے کہ جو طاقت مچھر اور مکھی تک کی نگرانی کر رہی ہے وہ انسانی اعمال و افعال سے غافل نہیں ہو سکتی۔
اسی طاقت کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے انسان عظیم بن جاتا ہے اور اس طاقت سے بچھڑ جانے کی صورت میں حقیر و ذلیل رہ جاتا ہے۔
پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے رابطہ کس طرح کیا جائے۔۔۔۔؟
اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ جس طرح انسانی تعلقات کے کئی درجے ہیں۔۔۔۔مثلاً
پہلے شناسائی ۔۔۔۔پھر دوستی۔۔۔۔ پھر گہری محبت ۔۔۔۔اور آخر میں عشق و سپردگی۔۔۔۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ سے تعلقات کے بھی کئی مراحل ہیں۔۔۔۔
پہلے ترکِ گناہ۔۔۔۔پھر توبہ۔۔۔۔پھر بلند اعمالی۔۔۔۔پھر شب بیداری۔۔۔۔اور آخر میں فنافی الذات۔۔۔۔
لیکن میں اپنے پڑھنے والے کو اس کٹھن سفر میں بہت دور نہیں لے جانا چاہتا۔۔۔۔صرف پہلی منزل کی ہی سیر کرانا چاہتا ہوں۔
اللہ سے رابطہ کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان گناہ چھوڑ دے ۔۔جھوٹ۔۔فریب۔۔فحش کاری۔۔بد دیانتی۔۔بے رحمی۔۔ لالچ۔۔ رعونت اور دیگر اعمال بد کو ترک کر دے۔۔۔۔
اور پھر دوسرا قدم اٹھائے۔۔۔۔اور اعمال و خیالات میں بلندی و پاکیزگی پیدا کرے۔۔۔۔
ان اقدامات کا فائدہ یہ ہوگا کہ دماغ خوف و خطر سے آزاد ہو جائے گا۔۔۔۔
یہ دنیا جو بدکاروں کے لیے آنسوؤں کی ایک وادی ہے حسین و جمیل نظر آنے لگ جائے گی۔۔۔۔
حرص اور طمع طبیعت سے نکل جائے گا۔۔۔۔

بقیہ: صفحہ نمبر 38 پر

رگِ جان چو شاخِ آھُو بیار

تنِ نرم و نازک بتیھو گزار

سید ریاض حسین شاہ

رزق مختلف طریقوں سے کمایا جاتا ہے بعض لوگ رزق اپنے گلے سے کماتے ہیں۔وہ گانے گاتے ہیں اور گانے سنتے ہیں۔بعض رزق حرام کھاتے اور کماتے ہیں۔بلاشبہ وہ لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جن کا رزق رسول ﷺ کی برکتیں لیے ہو۔۔۔۔۔!!

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی جوانی محنت طلب تجارتی مشاغل میں کٹی۔عمر کا سایہ ڈھلنے لگا تو معمولی سے سرمایہ کے ساتھ پہلے بٹل میں پھر اوگی میں منیاری کی ایک دوکان کھول لی۔اس پر بھی تجارت کم اور دین کی تبلیغ زیادہ ہوئی۔کبھی آپ تناول وادی کی طرف روحانی دورہ پر تشریف فرما ہوتے تو خود اپنے ہاتھ سے گل بنفشہ چنتے، پودینہ خشک کرتے،اگر کوئی ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتا تو فرماتے:"رہنے دو!مسلمان کے بدن کی زکوٰۃ محنت اور سعی ہوتی ہے"۔

ابھی بڑھاپے نے گہرا تسلط نہیں جمایا تھا۔کوئی نذرانہ پیش کرتا تو فرماتے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اور تم دونوں ایک جیسے ہیں۔میں کس حق کی بنا پر تم سے مال قبول کروں۔

فرماتے وہ نذرانہ جو غیرت ختم کردے اس سے بھوکا مرجانا بہتر ہوتا ہے۔اگر کوئی زبردستی کرتا تو آپ پیکر نیاز بن جاتے اور دعا ضرور فرماتے۔اپنا کام کرنے کی لگن اس قدر زیادہ تھی کہ زندگی کے آخری دن آخری وضو بھی خود فرمایا کسی سے مدد نہ لی۔

غریب لوگ بہت ہوتے ہیں لیکن اپنی غریبی کی عزت بہت کم لوگ کرتے ہیں۔فقر غیور زندگی کا نور ہوتا ہے۔فقیر جس طرح "ذکر اللہ" سے دل پاک رکھتا ہے اسی طرح رزق حلال کی جستجو سے پیٹ پاک رکھتا ہے۔فقر "وقار" سے رہنے کا نام ہے۔درویش کا پیٹ بھوکا ہوسکتا ہے لیکن آنکھ بھوکی نہیں ہوتی۔قناعت کے رنگ صرف فقر کے گلوں میں بھرے دیکھے جاسکتے ہیں۔"فقیر خدا مست محنتی ہوتا ہے جفاکش ہوتا ہے سخت کیش ہوتا ہے۔وہ سستیوں کا مجاور نہیں ہوتا، بلاشبہ وہ لبادہ پیوند گیر میں ملبوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنی دریدہ گدڑی کی توہین نہیں کرتا،حسن سیرت کی قوس قزح اس کی زندگی کے آسمان پر رنگ بکھیرتی رہتی ہے۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فقر غیور کی ایک حسین تصویر تھے۔آپ نے اپنی نگاہ بصیرت سے زندگی کا پگھلنا دیکھ لیا تھا۔محنت اور سعی کی آری ہمیشہ آپ نے اپنے ہاتھ میں رکھی آپ نے مال کو ضرورت سے کبھی بڑھنے نہ دیا۔سادہ سی زندگی رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر گزاری۔ایک مرتبہ سید ابونعمان حضرت کے ساتھ ایک ویرانے سے گذر رہا تھا۔دریائے کنہار کے کنارے چند بکریاں دیکھیں جو ایک سرسبز کھیت میں فصل تباہ کررہی تھی۔سید ابونعمان نے ایک پتھر پھینکا تاکہ بکریاں کھیت سے باہر نکل جائیں۔حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: شاہ جی لگتا ایسے ہے جیسے تم نے بچپن میں بکریاں چرائی ہوں۔سید نے کہا"ہاں لالہ جی آٹھویں تک تعلیم کے دوران بکریاں بھی چراتا رہا ہوں۔۔۔۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز فرمانے لگے:

"شاہ صاحب بکریاں چرانا انبیاء کی سنت ہے خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں"۔

آپ نے اپنا ذکر کیا کہ میں خاصہ زمانہ بکریوں کی تجارت کرتا رہا۔شاہ جی!لباس اور پہناووں کی سنتیں تو سب ادا کرتے ہیں لیکن سنگلاخ راہوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق چلنے کی سعادت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے"۔

بقیہ: خود آگاہی وخدا شناسی

دنیا کی لذتیں حقیر معلوم ہونے لگ جائیں گی۔۔۔۔

دل بے نیازی سے معمور ہوجائے گا۔۔۔۔

اور تسلیم ورضا کی نعمت مل جائے گی۔۔۔۔

اس کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت کھل جائے گی کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے وہ ہماری بہتری کے لیے ہی ہوتا ہے۔

اس کی گھٹائیں ہماری فصلوں کو سیراب کرتی ہیں۔۔۔۔

اس کی ہوائیں حیات نو کا پیغام سرمدی ہیں۔۔۔۔

اس کے آفتاب ہمارے پھل پکا رہے ہیں۔۔۔

اس کے مہتاب ہماری راتوں کو حسین و پرسکون بنا رہے ہیں۔۔۔۔

اس کی زمین ہمارا بسیرا اور ہماری سیرگاہ ہے۔۔۔۔

اگر اللہ کی ہر تخلیق، اس کا ہر قدم اور ہر فعل ہمارے فائدے کے لیے ہے تو کیا ہمارے لیے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اپنے آپ کو اس کے سپرد کردیں۔۔۔۔اور دکھ اور سکھ کو نعمت سمجھ کر قبول کرلیں۔۔۔۔

ہمارا اللہ ہماری زندگیوں کا مالک ہے ہمارے حال سے واقف اور ہماری زندگیوں سے شناسا ہے۔۔۔۔اس پر بھروسہ کیجیے۔۔۔۔

اپنے آپ کو اس کے حوالے کردیجیے۔۔۔۔آپ پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور اس تسلیم و رضا اور احساس سپردگی سے آپ کی زندگی مسرور، مطمئن اور سرمدی بن جائے گی۔۔۔۔تو پھر یہ کہہ دینا چاہیے کہ

"اے اللہ جو کچھ تجھے پسند ہے وہ مجھے بھی پسند ہے۔۔تیرے ہر عمل میں مجھے تیری ذات نظر آتی ہے۔۔تو جس چیز کے لیے جو وقت مقرر کرے وہ بالکل درست ہے۔۔تیری سختی مجھے ماں کی ڈانٹ کی طرح سکون دیتی ہے۔۔تمام اشیاء کا وجود تجھی سے ہے اور تُو ہی سب کا پالن ہار ہے۔۔اور اے ربّ! یہ حسین کائنات تیری بستی ہے۔ اور میں تیرا بندہ۔۔۔۔"

آب زم زم شریف

صاحب زادہ ذیشان کلیم معصومی

شہر مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں دیوار کعبہ سے کچھ فاصلے پر چار گز چوڑا اور 69 گز گہرا حجر اسود کی سیدھ اور جنوب مشرقی سمت میں ایک کنواں (چاہ) ہے جسے چاہ زم زم کہتے ہیں اور یہ چھوٹا سا کنواں پوری کائنات میں مشہور ہے۔اسی کنویں کے پانی کو آب زم زم کہتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت حاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ مقام پر اللہ کے سپرد کر کے جانے لگے تو پانی کا ایک مشکیزہ ان کے لیے چھوڑ گئے جب یہ تھوڑا سا پانی ختم ہو گیا تو سیدہ حضرت حاجرہ کو تشویش لاحق ہوئی وہ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان بے تاب ہو کر سرگرداں رہیں لیکن کہیں سے پانی کا سراغ نہ مل سکا۔اس دوران اپنے خلیل کے اہل خانہ کی بے تابی دیکھ کر اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں مبارک رگڑنے سے ایک چشمہ پانی کا پھوٹ پڑا۔ سیدہ حضرت حاجرہ دوڑی ہوئی آئیں انہوں نے زم زم کہہ کر پانی کے اس چشمے کے اردگرد ریت کا بند باندھ دیا اور پانی کو بہنے سے روک دیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں مدتوں کھدائی کے بعد بھی پانی کے ایک قطرے کی بھی امید نہیں تھی نہ ہی کی جاسکتی تھی مگر پروردگار حقیقی کا طریقہ یہی ہے کہ وہ مصائب پر صبر کرنے والوں کے لیے خلاف توقع اسباب راحت مہیا فرما دیتا ہے۔اضطراری کیفیت میں تحفظ ذات کی اس کوشش کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اُم اسماعیل علیہ السلام پر ،اگر وہ زم زم کہہ کر اس پانی کو نہ روکتیں تو آج زم زم ایک بہت بڑا بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔(بخاری)

زم زم کے معنیٰ رک جانے کے ہیں مگر اب زم زم اس متبرک پانی کو کہا جاتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں مبارک رگڑنے سے جاری ہوا تھا اور یہ چار ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی پہلے دن کی طرح آج بھی اسی طرح جاری و ساری ہے۔جب بنو جرہم کو نکالا گیا تو انہوں نے ریت ڈال کر اس چشمے کو بند کر دیا پھر کلا کے رئیس حضرت عبدالمطلب کو خواب میں اس متبرک اور مقدس کنویں کی نشاندھی کی گئی اور انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اسے پہلے کھدوا کر صاف کر لیں پھر خلق خدا کے لیے اس کو کھول دیں لہٰذا حضرت عبدالمطلب نے کنواں کھدوا کر اس کی صفائی کروائی اور اس کے چاروں طرف منڈیر بنوائی اس خدمت پر سیدنا حضرت عباس مامور تھے اور آج تک السقایا کا شعبہ انہی کی اولادوں کے سپرد ہے۔بعد میں آل عباس نے زم زم کے کنویں میں ایک طاقت ور ٹربائن نصب کروا کے حرم شریف میں جگہ جگہ ٹھنڈا آب زم زم واٹر کولرز میں زائرین کے لیے فراہم کر دیا۔حرم پاک کی ترقی و توسیع کا کام دن رات جاری رہتا ہے مگر اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ زم زم کا کنواں کسی طرح بھی توسیع حرم کے کام سے متاثر نہ ہو۔مرحوم شاہ فہد بن عبدالعزیز نے مسجد الحرام کی تمام اوپر کی منزلوں میں بھی ٹھنڈا پانی مہیا کرنے کا معقول انتظام کیا۔

آب زم زم کے شفائی کمالات اور اس کے عجیب وغریب اثرات پر بے شمار احادیث ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے آب زم زم کا بہت احترام فرمایا اور اس کی بہت اہمیت ارشاد فرمائی۔محدثین نے اپنی زندگی میں آب زم زم کے مشاہدات کا ذکر فرمایا۔دنیا کے کیمیا داں ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے کہ آخر زم زم کے پانی میں کون سے ایسے اجزا شامل ہیں جو اسے پیاس کے لیے مسکن بھوک کے لیے باعث تسکین اور بیماری کے لیے شفاء بنا دیتے ہیں۔اس مقصد کے لیے ابتدائی طور پر مصری کیمیاء دانوں نے آب زم زم کے اجزائے کیمیائی معلوم کرنے کی کوشش کی پاکستانی سائنسدانوں نے بھی علیحدہ علیحدہ اور مختلف ادوار میں اس مقدس پانی کا تجزیہ کیا انہیں ایسی کوئی چیز آب زم زم میں نظر نہیں آئی جو کسی قسم کی کثافت کا پتا دے۔آب زم زم شریف ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک پانی ہے اس کے علاوہ اس میں کسی قسم کے جراثیم کا بھی خدشہ نہیں پایا جاتا۔اس کا پانی صحت کے عالمی معیار کے مطابق ہے۔آب زم زم کا ذائقہ معمولی سا نمکین ہے لیکن یہ پینے میں بے حد خوشگوار اور پاک وصاف ہے۔اس پانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ خون کی کمی کو دور کرتا ہے دماغ کو تیز اور ہاضمے کی اصلاح کرتا ہے۔زم زم کا ہزار ہا سال تک جاری رہنا اور اربوں انسانوں کا اس سے سیراب ہونا ایک عظیم معجزہ ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ زم زم میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔طبرانی میں ارشاد سرور کونین ﷺ ہے کہ روئے زمین پر بہترین پانی زم زم ہے جس میں کھانے کی طرح غذائیت بھی ہے اور امراض کے لیے شفاء بھی ہے۔اللہ کے محبوب پاک ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ زم زم کے پانی کو جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو زم زم کا پانی پلایا اور انہوں نے کھڑے ہو کر پیا۔سبحان اللہ عام پانی کو بیٹھ کر پینے کا حکم ہے اور اس پانی کی تعظیم خود رسول کائنات ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس کو کھڑا ہو کر پینا سنت ہے۔اللہ سب کو وہاں جا کر زم زم سے اپنی پیاس بجھانے کی ہمت اور وسیلہ بنا دے۔آمین

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی قدس سرہ العزیز

مدثر جمال

تبلیغ دین کے سلسلے میں اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے جو ناقابل فراموش کارنامے ہیں، ان احسانات سے برصغیر پاک وہند کا کوئی مسلمان سبکدوش نہیں ہوسکتا، تاریخی طور پر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اسلامی دورِ حکومت میں اگر دہلی اور اس کے اَطراف واَکناف سلسلہ چشتیہ کے بزرگانِ کرام کے فیوض وبرکات کا مرکز رہا ہے تو ملتان اور اس کے اطراف واکناف میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مشائخ طریقت نے علم وعمل، حقیقت ومعرفت اور انسانیت کی رہنمائی و ہدایت کا فریضہ احسن انداز سے نبھایا ہے۔ سب سے پہلے بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ نے اپنے تبلیغی و اصلاحی مشن کے لیے ملتان کو اشاعتِ دین کا مرکز بنایا اور وہاں سے رُشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

بعد میں اسی سلسلے کی ایک شاخ نے ملتان کے قریب اوچ شریف میں تعلیم وتعلم، تزکیہ وتربیت کے لیے ایک نئے مرکز کی بنیاد ڈالی، یہ اس دور کی بات ہے جب آج کا یہ اُجڑا دیار اُس زمانے میں سیاسی مرکزیت اور بڑی اہمیت کا حامل تھا، یہ بات آٹھویں صدی ہجری کے حوالے سے کہی جارہی ہے اور جس صوفیانہ شاخ کا تذکرہ مقصود ہے، اُس کے نمایاں ترین فردِ فرید کا نام گرامی ’’جلال الدین‘‘ لقب ’’مخدوم جہانیاں اور جہاں گشت‘‘، والد کا نام احمد کبیر اور آپ کے دادا حضرت جلال سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ کے والد اور دادا دونوں اپنے وقت کے نامور شیوخ اور ’’بخاری‘‘ خاندان کے ممتاز فرد تھے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دادا محترم کو حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، جبکہ والد محترم کو حضرت بہاؤ الدین کے جانشین حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

خزینۃ الاصفیاء کی روایت کے مطابق جھنگ شہر کی بنیاد آپ کے دادا حضرت جلال الدین سرخ بخاری کے ہاتھوں قائم ہوئی۔

حضرت مخدوم جہاں گشت کی ولادت باسعادت 14 شعبان المعظم 707 ہجری بروز جمعرات اوچ میں ہوئی، تاریخی نام ’’غلام نبی‘‘ نکالا گیا، صاحب خزینۃ الاصفیاء نے اس لفظ کو یوں نظم کیا ہے:

میر کامل ولی جلال الدین
قرۂ دیدۂ علی آمد
سالِ تولید آں شہِ مخدوم
از دلم ’’خادم نبی‘‘ آمد

حضرت مخدوم جہاں گشت کی پرورش بہت ناز ونعم اور بڑے سلیقہ شعار طریقے سے ہوئی کیوں کہ آپ کا خاندان دو پشت سے برصغیر پاک وہند میں رُشد وہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا، اس لیے آپ کی تعلیم وتربیت اُسی اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اوچ شریف میں ہی ہوئی، مقامی طور پر دو اساتذہ شیخ جمال اور شیخ بہاؤ الدین قاضیٔ اوچ کے نام ملتے ہیں، آپ کے استاذ شیخ جمال علم ظاہر وباطن کے جامع تھے، ان کے درس میں فقہ حنفی کی بلند پایہ کتاب ’’ہدایہ‘‘، اصولِ فقہ میں علامہ فخر الاسلام بزدوی کی ’’اصول بزدوی‘‘، علم حدیث میں مشارق الانوار اور مشکوۃ المصابیح، جبکہ فن تصوف میں ’’عوارف المعارف‘‘ شامل نصاب تھیں، آپ کے اساتذہ کا علمی پایہ کتنا بلند تھا اور وہ ان کی تربیت کا کتنا خیال رکھتے تھے، اس کا اندازہ حضرت مخدوم کے بیان کردہ اس واقعے سے ہوتا ہے، حضرت مخدوم فرماتے ہیں:

’’مولانا بہاؤ الدین قاضی اچ دعاگو (خود حضرت مخدوم مراد ہیں) کے استاد تھے، میں ان کے پاس پڑھتا تھا اور تواضع کرتا تھا، ایک دن مجھ سے کہا کہ تو سر کو بلند کر کے سلام کر، نیچا کر کے سلام مت کر کیوں کہ مکروہ ہے۔ (الدرّ المنظوم)

علاوہ ازیں حضرت مخدوم نے ملتان اور حرمین شریفین حاضر ہوکر خوب محنت اور طلب کے ساتھ علم حاصل کیا، علماء حرمین میں شیخ عبداللہ یافعی مدنی اور شیخ عبداللہ مطری مکی آپ کے نامور اساتذہ میں شامل ہیں۔ سات سال تک حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر تحصیل علم فرماتے رہے، علم حدیث میں بڑا کمال پیدا کیا تھا، آپ نے حرمین شریفین میں رہ کر حدیث شریف کی جو کتابیں پڑھیں، ان میں موطا امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ترمذی، اور سنن امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام خاص طور سے ملتے ہیں، علاوہ ازیں علوم قرآن میں قرأت سبعہ، تجوید، شانِ نزول اور علم تفسیر میں بڑا مقام پیدا کیا تھا۔

آپ کی پہلی بیعت اپنے والد ماجد سے اور دوسری حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ ابوالفتح سے تھی، وہیں سے سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت پائی، علاوہ ازیں سلسلۂ چشتیہ میں خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی، جبکہ بیس دیگر مشائخ کرام سے خرقہ پوشی کا تذکرہ بھی ملتا ہے، آپ کی سیر وسیاحت اس قدر تھی کہ اس کے سبب سے آپ کا لقب ’’جہاں گشت‘‘ مشہور ہوگیا ہے، آپ سلطان محمد تغلق کا طرف سے اسلامی حکومت کے ’’شیخ الاسلام‘‘ کے منصب پر بھی فائز کیے گئے تھے، آپ اپنے وقت کے عظیم صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ علم ظاہر کے بھی جامع تھے۔ آپ کے ہاں امام نسفی حنفی کی مشہور تفسیرِ مدارک، قرأت سبعہ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ اور جامع صغیر کی تدریس وتعلیم جاری رہتی تھی جبکہ عقائد میں علم العقائد کی مشہور نصابی متن ’’عقائد النسفی‘‘، امام ابوحنیفہ کی ’’فقہ اکبر‘‘ اور تصوف میں عوارف المعارف کا درس دیا کرتے تھے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 42 پر

تطہیرِ قلب

ماسٹر احسان الٰہی

ذکر کے پودے کی نشونما کے لیے فکر کے پانی کی ضرورت ہے اور فکر تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر انسان اپنی پیدائش پر غور کرے تو وہ اپنے نیک و بد اعمال کا محتسب بھی ہو جائے گا۔ کبھی امید اور کبھی خوف کی کیفیت سے دو چار ہوگا اور عجیب عجیب حالتوں سے گزرے گا۔ جب ظاہری آنکھ سے درخت کو دیکھے گا تو پتے کی ساخت ، درخت کی ساخت اور اس کے پورے نظام کو سمجھنے کی کوشش کرے گا اور محسوس کرے گا کہ باری تعالیٰ کی یہ ''کن فیکون'' تخلیق بھی اپنے اندر ہر لحاظ سے مکمل حکمت رکھتی ہے۔

ان چیزوں کے مطالعے کے لیے باقاعدہ ایک پولیٹیکل سائنس مرتب کی گئی ہے۔ لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر کوئی بھی حرفِ آخر نہیں۔ اگر صرف ایک پتے کی نزاکت پر غور کیا جائے۔ اس کی ساخت ہی کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک پتا دوسرے پتے سے نہیں ملتا۔ درخت کتنا بڑا اور قد آور ہوتا ہے مگر اسے بھی سہارا جڑ کا ہے جو بدشکل اور خاک آلود ہے۔ اس کے ذریعے سے کس طرح درخت کو زندگی کا سامان میسر آتا ہے۔ یہ قابلِ غور حکمت ہے کہ جڑ اپنا سب کچھ ایثار کرتی ہے تب شجر کو یہ مقام ملا ہے پھر جب نسیم کے جھونکے آتے ہیں تو ٹہنیاں کیسے رقص کرتی ہیں اور پتے کس طرح ہلتے اور جھومتے ہیں اور ان سے کیسے صدائیں پیدا ہوتی ہیں اور اس صدا میں بھی اللہ والے صاف اللہ اللہ کی صدا سنتے ہیں یا کوئی اور تسبیح سنتے ہیں اور انسان جوں جوں اور پورے انہماک سے اس آواز کو سنتا ہے تو اس آواز میں آہستہ آہستہ غرق اور کھو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شے جو وجود میں آئی اللہ تعالیٰ کے ذکر یا تسبیح میں مشغول ہے۔ وہ ذکر یا ورد یا وظیفہ جو فکر سے خالی ہو سمجھ لو کہ ذاکر نہ صرف اپنا وقت ضائع کر رہا ہے بلکہ اپنے قلب و روح کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ وہ ذکر جو اللہ سے واصل نہ کرے وہ زہر ہے۔ جب ذکر میں عاجزی پیدا ہوتی ہے چاہے اپنے گناہوں کا خیال آئے اور ندامت کے آنسو آئیں اور جب ندامت قبول ہو جائے اور ربّ کریم کی طرف سے قلب کو رقعت اور درد و گداز ملنے لگے اور قلب کے حلقوں میں گرم گرم آنسو ٹپکنے لگیں اور یہ توبہ اور ندامت کے آنسو کچھ عرصہ تک مژگاں پر رقص کریں اور پھر چھلک کر گالوں پر آ کر گریں تو اس سارے عمل کے بعد انسان اپنے اندر ایک عجیب نورانی کیفیت محسوس کرے گا۔

مژگاں پہ ٹمٹماتے ستاروں نے کر دیا
ماتم کدے میں میرے چراغاں کبھی کبھی

فکر اور ذکر کے لیے قرآن کا مطالعہ بہترین ہے۔ یہ ایمان کے موتیوں کا ایسا خزانہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ عمر ختم ہو جائے گی مگر یہ خزانہ اسی طرح بھرتا رہے گا۔ کہتے ہیں چند لمحوں اور ساعتوں کا ذکر اور فکر سالوں کی عبادت پر بھاری ہے۔ سورۂ مزمل میں بھی ایک جگہ پر ارشاد باری ہے:

''اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کیجیے اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہیے''۔

مفسرِ قرآن علامہ سیّد ریاض حسین شاہ کی تبصرہ کے عنوان سے تفسیر سورۃ المزمل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جب تک کوئی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہو گا قیامت نہیں آئے گی''۔

حضرت شاہ جی نے تذکرہ کے عنوان سے اسی سورۂ مزمل کی تفسیر میں چند اور حوالہ جات بھی نقل فرمائے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بھلا تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ اللہ کے ہاں تمہارے بہترین ، پاکیزہ درجات کو بلند کرنے والے اور سونا چاندی تقسیم کرنے سے بھی اچھے اعمال کون سے ہیں اور اس سے بھی زیادہ کہ تم دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کرو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں''۔

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے اعمال ہیں؟

ارشاد فرمایا: ''اللہ کا ذکر''۔

حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے:

''جو شخص حقیقی ذکر شوق سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر شے کا محافظ بن جاتا ہے۔ اور ''ذکر اللہ'' اس کی ضرورت کا کفیل بن جاتا ہے''۔

ایک مشہور حدیث ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب بھی تمہارا اگزر جنت کے چمن زار میں ہو تو ان میں سے کھا پی لیا کرو' عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ ''ریاض الجنہ'' کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''ذکر کی مجلسیں''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''تین چیزوں میں مٹھاس تلاش کرو: ''نماز، ذکر اور قرآن کی تلاوت''۔

(تذکرہ، انیتسواں پارہ سورۂ مزمل صفحہ 298)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ حضور ﷺ سے 12 برس پڑھی اور اس کے بعد نعمت کے حصول کی خوشی

میں ایک اونٹ ذبح کر کے دعوت کی۔ شکر گزاری نعمتوں کی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر فکر کرکے سمجھے گا تو عش عش کر اٹھے گا اور اس دم باری تعالیٰ کے احسانوں کا شکر ادا کرے گا۔ شکر اور صبر لازم وملزوم ہیں جس کو تکلیف میں صبر کرنا آ گیا، اس نے دل وروح کی تسکین اور راحت کا سامان اکٹھا کیا۔ اللہ فرماتا ہے اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ صبر کا بڑا درجہ ہے۔ یہ ذاکر اور راہِ سلوک کے مسافر کی تلوار اور ڈھال ہے۔ ایسے ایسے مصائب اس راہ میں آتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے صبر کی توفیق میسر نہ ہو تو انسان کفر کی دہلیز پر پہنچ جاتا ہے۔ فکر جز وقتی مشق نہیں ہے یہ ہمہ وقتی کیفیت ہے۔ جب تک دل بیدار ہے وہ جس چیز کا مشاہدہ کرے گا اسے ربّ کریم کی قدرت کا نمونہ یا شاہکار سمجھے گا اور اس کو خوب سے خوب تر سمجھنے کی سعی کرے گا اتنی کوشش کہ اس کے قلب میں ذکر جذب اور رچ بس جائے اور دل پن چکی کی طرح ذکر کرنے لگے اور روح اس کے نشے میں مست الست ہو جائے جب یہ صورت قالب میں غالب آ جائے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نوری عقل عطا فرما دی ہے اور اس کے شعور اور عقل سے فتور دور ہو گیا ہے اور یہ عقل پاک، صاف، نوری اور شفاف آئینہ بن کر اس کے لیے مشعلِ راہ بن گئی ہے۔ یہی عقل جو اس کو گمراہی کے اندھیرے میں دھکیلتی تھی اب اس میں سے شر اور فتور دور ہو گیا۔ اب خیر ہی خیر اور کامیابی ہی کامیابی ہے۔ جب طالب اپنے اعمال کا انصاف سے محاسبہ کرتا ہے تب فکر تیز ہوتی ہے اور طالب ایک عجیب لذت محسوس کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جی چاہتا ہے کہ آنسوؤں کی بارش جاری رہے۔ طالب کو چاہیے کہ وہ اسی حالت میں مستغرق رہنے کی کوشش کرے۔

دعوت عام

آج کے پُرفتن دور میں حالات ناقابلِ برداشت حد تک گھمبیر، مایوس کن، بے یقینی، بے اطمینانی اور عدم تحفظ کی زد میں ہیں۔ جنسی بے راہ روی، گالی گلوچ، چور بازاری، دھوکا دہی، اخلاقی گراوٹ، منافقت، رشوت خوری، سود خوری، دہشت گردی، لاقانونیت، جھوٹ، منشیات کے بے تحاشا استعمال، دینی اقدار کی پامالی کا دور دورہ ہے۔ افراتفری، لوٹ کھسوٹ اور ہاہا کار مچی ہوئی ہے۔ اس کی اصل وجہ قرآن اور دین سے دوری ہے۔ خوفِ خدا عنقا ہے۔ اسی صورتحال میں روحانی تھراپی کی اشد ضرورت ہے تاکہ ان قبیح محرکات کی بیخ کنی ہو سکے۔ اس سلسلے میں عصرِ جدید میں ممتاز عالم دین، محقق، مبلغ محسن، سکالر شیخ الحدیث و التفسیر مفکرِ اسلام بانی و مہتمم ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی کی دین کے حوالے سے مختلف کتب خاص طور پر سنابل نور، کوثر رحمت، سوچوں کی بارات، اجالے حدیث کے، صفیرِ انقلاب، لوح و قلم، صبح زندگی، آتش حروف، سراغِ زندگی، شعور سے شہود تک کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ جی کا شاہکار ترجمہ قرآن تذکرہ اور تبصرہ کے عنوان سے قرآن کی تفاسیر سے استفادہ آپ کی زندگی بدل دے گا اور آپ کے قلب و روح کو روحانی سکون اور راحت کی کیفیت آپ میں سرور اور سرشاری پیدا کر دے گی۔ قبلہ شاہ جی کی آڈیوز، ویڈیوز، خطباتِ جمعہ، محافلِ قرآن و ذکر سمعی و بصری صورتوں میں انقلاب برپا کر دیں گی۔ اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن میں خطبۂ جمعہ و محفل ذکر و درس اور خاص طور پر انگریزی مہینے کی دوسری جمعرات محفلِ ذکر و درس اور ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی میں ہر سوموار کو منعقدہ محفل ذکر و درس اور راولپنڈی ہی میں ہر ماہ کی پہلی اتوار کو محفلِ ذکر و درس دلوں کے زنگ دور کرنے اور روحانی تطہیر کا نہایت آزمودہ اور مجرب ذریعہ ہے، ضرور استفادہ کریں۔ اپنے اہل خانہ، دیگر دوست احباب کو بھی ترغیب دیں اور خاص طور پر نوجوان نسل کو اس طرف راغب کریں۔ آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہو گا شاید آپ ہی کی وجہ سے کسی کی زندگی سنور جائے۔ انشاء اللہ روحانی اور دلی اطمینان بھی میسر آئے گا اور درست منزل بھی نصیب ہو جائے گی۔ ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ آفیشل ویب سائٹ کو بھی ضرور سبسکرائب کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

شاہ جی نے اپنی زندگی کے شب و روز کے تمام قیمتی لمحات قرآن و حدیث کے فروغ اور اسے تمام انسانوں تک پہنچانے اور عام کرنے کے لیے وقف کر رکھے ہیں۔ آپ کا ہر لمحہ اور گھڑی اسی عشق اور جنون کے الاؤ کو ہمہ وقت روشن رکھنے میں بسر ہوتا ہے اور اسی تھرک میں آپ دینِ مبین کے پرچار میں مصروفِ کار اور سفر میں رہتے ہیں۔

آپ نے اندرون و بیرون ممالک اسی مشن کے لیے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات عام ہو جائیں بے شمار سفر کیے۔ ستاون سے زائد ممالک میں آپ نے اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بار بار تبلیغی دورہ جات بھی کیے۔ آپ کو عصرِ حاضر کا ابنِ بطوطہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ابنِ بطوطہ نے بھی بہت سیاحت کی اور دنیا دیکھی لیکن اس کا مقصد کچھ اور تھا لیکن شاہ جی کا مقصد صرف اور صرف دین کی آبیاری اور دینِ مبین کو غالب کرنا ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس ھے۔ عشقِ رسول اللہ ﷺ کے شناور اقبال کی فکر اجاگر کرنے کا دوسرا نام ''سید ریاض حسین شاہ'' ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

بقیہ

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی قدس سرہ العزیز

حضرت مخدوم نے 78 سال عمر پائی، سال وفات 785 ہجری ہے، یوم وفات 10 ذی الحجہ عید قربان کا دن تھا، دوگانہ نماز ادا کرنے کے بعد طبیعت کافی خراب ہوگئی اور بالآخر غروب آفتاب کیساتھ رشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا یہ آفتاب بھی ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا مگر ان کا سلسلۂ خیر اپنی کرنیں بکھیرتا رہا، آپ کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی مرید تھے جبکہ بیالیس نامور مریدین و خلفاء کرام کا نام تاریخوں میں اب تک محفوظ ہے آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کے ملفوظات و ارشادات میں حکمت و معرفت کے بیش بہا خزانے جمع ہیں، جو آپ کے مجموعہ ملفوظات میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ان میں صرف تین ملفوظ یہاں بطور نمونہ کے درج کیے جاتے ہیں:

(1) انسان جو کام کرے خدا کی دوستی کے لیے کرے۔
(2) تین آدمیوں سے بچنا چاہیے:
(ا) جاہل پیر (ب) جابر حاکم
(ج) دنیا دار عالم۔
(3) علم ایسا ہونا چاہیے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو۔